المرشد

ماہنامہ

قد افلح من تزکیٰ وذکر اسم ربہ فصلیٰ

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کرلیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہوگیا۔

اللہ
رسول
محمد

دسمبر
2005

زلزلہ متاثرین کی بحالی اور تعمیر نو خوش آئند..........

پاکستان سے غربت کے خاتمے کیلئے ہنگامی اقدامات کی ضرورت

ماہنامہ
المرشد

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

دسمبر 2005ء شوال/ذیعقد

جلد نمبر 27 ✵ شمارہ نمبر 5

فہرست مضامین

1-اداریہ	محمد اسلم	03
2- کلامِ شیخ	سیماب اویسی	04
3-اقوالِ شیخ	امیر محمد اکرم اعوان	05
4-جادو اور عملیات کی حقیقت	امیر محمد اکرم اعوان	06
5-اکرم التفاسیر	امیر محمد اکرم اعوان	11
6-سوال و جواب	امیر محمد اکرم اعوان	19
7- قربانی کی حقیقت	امیر محمد اکرم اعوان	23
8-عقلِ انسانی ایک نعمت عظمیٰ	اعجاز احمد بخاری	33
9-زلزلہ.....کیا کرنا چاہیے!	ضمیر حیدر	36
10- آدابِ شیخ	انور سعید	37
11- قتلِ موذی قبلِ ایذا	عبدالرحمٰن جامی	39
12-طب وصحت (سر درد)	ڈاکٹر محمد اقبال ظفر	40
13- حیاتِ طیبہ (سلسلہ وار)	ابوالاحمدین	43
14- غبارِ راہ (سلسلہ وار)	امیر محمد اکرم اعوان	46
15- طریق السلوک (سلسلہ وار)	آسیہ اسد اعوان	50
16-اسلام کی چار بنیادیں (سلسلہ وار)	ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ	53

مدیر

چودھری محمد اسلم

جوائنٹ ایڈیٹر : ضمیر حیدر

سرکولیشن مینیجر : رانا جاوید احمد

کمپیوٹر ڈیزائننگ اینڈ لے آؤٹ

رانا شوکت حیات، محمد ندیم اختر

قیمت فی شمارہ 25 روپے

LRL # 41

بدل اشتراک

پاکستان	250 روپے سالانہ
بھارت/سری لنکا/بنگلہ دیش	
مشرقِ وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ-یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فارایسٹ اور کینیڈا	60 امریکن ڈالر

ناشر-پروفیسر عبدالرزاق | انتخاب جدید پریس-لاہور 042-6314365

رابطہ آفس = ماہنامہ المرشد اے-ٹی-ایم-بلڈنگ، پل کوریاں، سمندری روڈ، فیصل آباد-فون 041-668819

Web Site : www.alikhwan.org.pk E.Mail : info@alikhwan.org.pk

سرکولیشن آفس = ماہنامہ المرشد، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور-فون 042-5182727

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرزِ تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

تلاوتِ قرآن پر خاموشی اور مروجہ شبینہ :- معارف القرآن میں مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ قرآن کا سُننا واجب ہے اور آج کل ریڈیو پہ تلاوت ہوتی ہے ہوٹلوں والے اپنے کام اور شور وغل میں لگے رہتے ہیں جو کفار کی عادت ہے۔ چاہیے ریڈیو بند رکھیں یا تھوڑی دیر کے لئے کھولیں اور آرام سے سنیں اور دوسروں کو بھی سُننے کا موقع دیں۔ اس تناظر میں آج کل کے مروجہ شبینہ پہ نظر کی جائے کہ چند حفاظ کو جمع کر کے ساری رات لاؤڈ سپیکر پر تلاوت کرائی جاتی ہے تو اس کا جواز تو کیا ہو لوگوں کو ایسی حالت میں مبتلا کرنے کا موجب ہے جو ان کے بس میں نہیں لہذا ثواب تو کُجا قرآن کریم کی بے ادبی کا گناہ اہتمام کرنے والے اور پڑھنے والوں سب کے لئے وبال بنے گا وہاں اگر لاؤڈ سپیکر ہٹا دیا جائے سکون سے پڑھیں سننے والے آرام سے سنیں تو عام آدمی کو یا مسجد اور گھر سے باہر آواز نہ جائے تو بہت مناسب ہے

اور ہم کافروں کو ان کی ایسی حرکتوں پر بہت سخت سزا دیں گے اور انہیں عذاب شدید بھگتنا ہوگا اور انہیں ہر ہر بُرائی کا بدلہ ضرور ملے گا دنیا میں بھی تباہی کا سامنا کریں گے اور آخرت میں یہ دشمنانِ الٰہی دوزخ کی آگ میں رہیں گی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہی ان کے انکار کی سزا ہے بلکہ دوزخ میں تو انہیں بُرے دوستوں سے نفرت بھڑک اُٹھے گی اور دعا کریں گے کہ اے اللہ ہمیں وہ انسان اور جن وشیاطین دکھا دے جو ہمارے یہاں پہنچنے کا باعث بنے کہ ہم انہیں پکڑ کر پاؤں کے نیچے دبائیں کہ وہ ہم سے زیادہ مصیبت پائیں۔ یاد رکھو کامیاب لوگ وہ ہیں جنہوں نے اللہ کی ربوبیت کا اقرار کیا یعنی اللہ کو صرف الہٰ ہی نہیں مانا اپنی ساری ضرورتوں کا کفیل بھی مانا اور پھر کسی بھی لالچ یا رعب میں آکر کسی دوسرے سے کوئی امید وابستہ نہ کی بلکہ ہمیشہ اللہ کی اطاعت پہ جمے رہے' ثم استقاموا۔ استقامت یہ ہے اپنے اس عقیدے کو کہ اللہ ہی میرا رب بھی ہے اپنے عمل سے ثابت کرنے والا ہو۔ سیدنا فاروق اعظمؓ کے ارشاد کے مطابق امر کی اطاعت نہی سے اجتناب کرے اور لومڑی کی طرح گناہ کرنے کے بہانے نہ تراشے۔ تو ایسے لوگوں پہ فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ حیات زندگی میں قوت عمل یا صبر وغیرہ کی توفیق ان کے سبب ارزاں ہوتی ہے۔ عندالموت قبر سے اٹھنے کے وقت اور جنت میں بھی موت کے وقت بھی کہتے ہیں کہ ڈرنے یا گھبرانے کی ضرورت نہیں بلکہ تم تو خوش ہو جاؤ کہ دار دنیا سے جو مصیبتوں کا گھر ہے دار جنت کو جا رہے ہو جہاں رات ہی راحت ہے اور جس کا اللہ نے تمہارے ساتھ وعدہ کیا تھا۔ ہم تو دنیا میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے اور آخرت میں بھی تمہارے ساتھ ہوں گے اور جنت میں تو اللہ کی نعمتیں تمہاری منتظر ہیں کہ جو مانگو حاضر کیا جائے یا جس کا خیال تمہارے دل میں گزرے وہ نعمت فوراً حاصل ہو جائے کہ آخر کو اللہ کی میزبانی ہے جو بہت معاف کرنیوالا اور رحم کرنے والا ہے۔

اداریہ

آزاد کشمیر اور صوبہ سرحد میں زلزلہ متاثرین کی بحالی کا کام زور و شور سے جاری ہے۔اس عظیم سانحہ پر قومی اور بین الاقوامی طور پر جو کوششیں ہوئیں وہ لائق تحسین ہیں۔بیرونی دنیا، حکومت پاکستان اور بالخصوص پاکستانی قوم کی طرف سے جو جذبہ ایثار و ہمدردی دیکھنے میں آیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔قومی جذبے اور افراد کی کوششوں سے متاثرین زلزلہ کو پھر سے ایک نئی زندگی شروع کرنے کا حوصلہ ملا ہے اور وہ اپنے ہم وطنوں کی طرف سے اٹھائے جانے والے اقدامات پر کسی حد تک مطمئن دکھائی دیتے ہیں۔

زلزلہ ایک قدرتی آفت تھا اس کے بعد متاثرین کی بحالی کے لئے جو کچھ بھی ہوا وہ قابل تحسین ہے مگر ہماری حکومت کی توجہ ابھی تک اس طوفان کی طرف مبذول نہیں ہوئی جو غربت اور افلاس کی دلدل میں پھنسے ہوئے عوام کے سر پر ایک عرصے سے منڈلا رہا ہے۔

پاکستان کے غریب عوام کی طرف دیکھا جائے تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔قومی آمدن کی غیر منصفانہ تقسیم، وسیع پیمانے پر لوٹ کھسوٹ اور کرپشن نے معاشرے میں شدید عدم توازن پیدا کر رکھا ہے۔ایک طرف طبقہ اشرافیہ ہے جن کا شاہانہ طرز زندگی دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔دوسری طرف بنیادی انسانی حقوق سے محروم غریب طبقہ کی حالت زار ناگفتہ بہ ہے۔غریب کا بچہ فرسودہ نظام تعلیم کے تحت چلنے والے سرکاری سکولوں میں ٹاٹ پر بیٹھا وہی نصاب تعلیم پڑھ رہا ہے جس کے بعد اس کی قسمت میں کلرک بننا ہی ہے۔صحت اور علاج معالجہ کا یہ عالم ہے کہ اگر کہیں ہسپتال ہے تو دوائیں نہیں، دونوں موجود ہوں تو ڈاکٹر میسر نہیں۔ہماری اکثریت کو پینے کا صاف پانی بھی نہیں ملتا۔عدل و انصاف کی حالت زار ڈھکی چھپی نہیں، انصاف خریدنا پڑتا ہے، کوئی غریب اگر جھوٹے مقدمہ میں گرفتار ہو جائے تو مقدمہ بازی کا سلسلہ نسل در نسل جاری رہتا ہے۔بے روزگاری کے ستائے ہوئے لوگ خودکشی کر رہے ہیں اور اگر کسی کو روزگار میسر بھی ہے تو آمدنی اتنی کم ہے کہ دو وقت کی روٹی مشکل سے نصیب ہوتی ہے۔مہنگائی کا طوفان ہے کہ تھمنے کا نام ہی نہیں لیتا اور معاشرہ اس حد تک عدم تحفظ کا شکار ہو چکا ہے کہ آج کسی کی جان، مال اور عزت و آبرو کا کچھ تحفظ نہیں۔

ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ جس طرح زلزلہ زدگان کے لئے ہنگامی بنیادوں پر اقدامات کئے گئے ہیں اسی انداز میں ملک سے غربت کے خاتمہ اور عام آدمی کے معیار زندگی میں بہتری لانے کے لئے بھی کوئی پالیسی مرتب کی جائے۔اگر اس مظلوم طبقہ پر توجہ نہ دی گئی تو کوئی نیا زلزلہ بھی جنم لے سکتا ہے کیونکہ مظلوم کی آہ اللہ کا عرش ہلا دیتی ہے۔

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان، سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر	نشانِ منزل
کونسی ایسی بات ہوئی ہے	سوچ سمندر
متاعِ فقیر	آس جزیرہ
دیدہ تر	

آپ کی شاعری کیا ہے؟
فرماتے ہیں۔

"میری شاعری میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں؟ ان کا معیار کیا ہے بلکہ یوں کہیے کہ یہ اشعار ہیں یا نہیں، اس کی مجھے خبر نہیں، اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے اور نہ اس کے اسرار ورموز۔ میں نے بہت سیکھا یا کم، سب کچھ محض اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔
اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرم کا فیض نظر ہے اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔
اللہ کرے میں جو چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کس کی سمجھ میں آ سکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا کہ بندہ صرف بات پہنچا سکتا ہے باقی سب توفیقیں اللہ کو ہیں۔"

دل

نہ سمجھو اس کو دیوانہ، یہ دل ہے
یہی اک تیری یادوں کا امیں ہے

ہیں اس میں رنگ سارے موسموں کے
نرالی سب سے اس کی سر زمیں ہے

اسی میں شہر بھی ہیں، بستیاں بھی
زمانے بھر کی رونق تو یہیں ہے

یہاں بستے ہیں سب فرہاد یکجا
اسی گوشے میں شیریں بھی مکیں ہے

بجاتا بانسری رانجھا ہے اس میں
یہی ہیروں کے بیلے کی زمیں ہے

اسی میں اک مسافر کا ہے مدفن
وہی جس میں کہ سسی بھی مکیں ہے

انہیں راہوں پہ لیلیٰ کی سواری
یہیں مجنوں کا ہنگامہ کہیں ہے

محبت کا سمندر بھی اسی میں
کنارہ دیکھنا چاہو، نہیں ہے

چمکتا ہے رخ تاباں کا سورج
یہ اس کی روشنی کی سرزمیں ہے

وصال یار کی ہے چاندنی یاں
ملن کی کہکشاں بھی تو یہیں ہے

یہیں ہیں عاشق و معشوق بستے
بس اک سیماب کو دیکھا نہیں ہے

اقوال شیخ

☆......یہ فطرت کا اصول ہے اور تاریخ یہ بتاتی ہے کہ جب بھی حق کے لئے آواز بلند کی گئی تو باطل قوتیں جہاں بھی تھیں، جیسی بھی تھیں ہر ممکن مخالفت پر انہوں نے کمر باندھ لی اور سب بڑا حربہ' سب سے بڑا ہتھیار جو باطل قوتوں نے آزمایا وہ جنگ نہیں تھی' تلوار نہیں تھی بلکہ وہ الزام تراشی تھی۔

☆......جسے اپنی عزت کا احساس ہوگا اُسے دوسرے کی عزت محفوظ رکھنا پڑے گی' جسے اپنی جان بچانے کی ضرورت ہوگی وہ دوسروں کی جان بچانے کی سعی بھی کرے گا' جسے اپنا گھر محفوظ رکھنا ہوگا وہ دوسروں کے گھر لوٹنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ جو دوسروں کو لوٹتا ہے وہ خود بھی لٹتا ہے۔

☆......اسلام نسل انسانی کا دشمن نہیں خیر خواہ ہے' دوست ہے' محبت کرنے والا ہے۔ اگر کوئی عمر بھر اسلام سے دور رہا' نافرمانی کرتا رہا' ایک لمحے میں واپس آئے تو اسلام اسے اپنی گود میں لے لیتا ہے۔

☆......اسلام تو وہ حیات آفرین آب حیات ہے کہ جس کے دل میں اُتر جائے تو وجود ہی نہیں اُس کی قبر بھی زندہ رہتی ہے۔

☆......یہ حوصلے اللہ کے ہیں کہ جو نہیں مانتے ان کی پرورش بھی کرتا ہے۔ یہ حوصلہ اللہ کے رسول ﷺ کے ہیں کہ کفار کی جان و مال اور آبرو کے تحفظ کا حکم بھی دیتے ہیں اور یہ حوصلے اللہ کے بندوں کے ہوا کرتے ہیں کہ جو ان کی مخالفت بھی کرے اُسے بھی دعا دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی چوتھا ایسا شخص نہیں ہے جو مخالف کے لئے بھی اچھا سوچے۔

☆......عبادات کا قائم کرنا یہ صرف عبادت کرنا نہیں ہوتا بلکہ عبادات الٰہیہ کا قیام یہ ہوتا ہے کہ ایسا ماحول پیدا کر دیا جائے کہ جو لوگ اس سے محروم ہیں انہیں بھی عبادت کا شوق پیدا ہو اور دوسرے لوگ بھی اللہ کی عبادت میں مصروف ہوں۔

☆......جس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اسے نیا گناہ کرنے سے ڈر لگتا ہے۔ گناہ کی معافی کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ بندے کو مزید گناہ کرنے سے ڈر آتا ہے۔ یہ بالکل ایسے ہوتا ہے جیسے کوئی گہرا زخم ہو اور جب وہ مندمل ہو جائے' نئی جلد پیدا ہو جائے تو اس پر ذرا سی انگلی لگے تو درد زیادہ ہوتا ہے' زیادہ حساس ہوتی ہے' اسی طرح جب گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو دل کا عالم یہ ہوتا ہے کہ وہ نئے گناہ کا بوجھ سہارنے کو تیار نہیں ہوتا۔

جادو اور عملیات کی حقیقت

آج کے عہد کا ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ شعبدہ بازی بہت ترقی کر چکی ہے اور ہر بندہ اس کا اسیر ہے۔

جادو اور عملیات کا ایک بنیادی نقطہ ہے کہ جو بندہ بھی ذہنی طور پر ان سے خوف زدہ ہو جاتا ہے اور ان کی طاقت کو قبول کر لیتا ہے اُس پر اثرات مرتب ہوتے ہیں جو ڈر دیتا ہے اُس پر ہوتے ہی نہیں۔

دارالعرفان منارہ (چکوال) میں

امیر محمد اکرم اعوان کا فکر انگیز

خطاب

الحمدللہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین الصطفیٰ اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بسم اللہ الرحمن الرحیمo

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام جب مبعوث ہوتے ہیں تو ایک خصوصیت نبی کی یہ ہوتی ہے کہ اُسے معجزات عطا کئے جاتے ہیں۔ معجزہ اپنے نام سے ہی ظاہر ہے ایسا کام جو عقل انسانی کو عاجز کر دے جو کسی طرح سے عقل کی گرفت میں نہ آئے۔ نبی کا معجزہ کیا ہوتا ہے؟ وہ اللہ کا فعل ہوتا ہے اور نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے۔ معجزہ فعل اللہ کا ہوتا ہے کام اللہ جل شانہ' کا ہی ہوتا ہے اُس کا اظہار اللہ کے نبی کے ہاتھوں ہوتا ہے اور کیوں ہوتا ہے؟۔ اللہ کے نبی کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے اُس کا اظہار ہوتا ہے۔ کسی شخص کی ذاتی بڑائی کے لئے نہیں' کسی فرد کو منوانے کے لئے نہیں بلکہ نبوت اور نبی کی صداقت کی دلیل ہوتا ہے اور خود نبی جو اللہ کی طرف سے مبعوث ہوتا ہے وہ عظمت الٰہی کو اور ذاتِ باری کو منواتا ہے تو معجزہ کا اظہار اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ کے نبی کی صداقت ثابت ہو جائے۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے واقعہ معراج شریف کا ذکر کیا تو پہلے بہت زیادہ انکار ہو رہا تھا مکہ مکرمہ میں' پہلے بہت زیادہ اعتراضات ہو رہے تھے' لوگوں کو ایک اللہ کے ماننے سے انکار تھا۔ انہوں نے ہر کام کے لئے الہ بنا رکھا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک ہی ہستی ایسی ہو جو سب کام کرتی ہو پھر وہ نظر بھی نہیں آتی ہم دیکھ بھی نہیں سکتے۔ کیسے مان لیں' ہمارے آباؤ اجداد اس طرح سے نہیں مانتے تھے۔ اب اگر ہم مان لیں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ سارے جھوٹے ہوئے۔ اب تک جس چیز پہ ہم چلتے رہے وہ سارا غلط تھا تو محض اقرار نبوت لوگوں کے لئے محال ہو رہا تھا اہل مکہ کے لئے اس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرما دیا کہ اللہ کریم مجھے راتوں رات بیت المقدس لے گئے وہاں تمام انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو جمع فرمایا۔ سب کو میں نے دو رکعت نماز پڑھائی پھر اللہ کریم مجھے آسمانوں سے اُوپر لے گیا۔ جہاں تک رب نے چاہا' میں نے جنت و دوزخ کا مشاہدہ

کیا' معائنہ کیا' دیکھا' تو یہ بات اتنا بڑا دھما کہ تھا کہ منکرین سارے کے سارے بلبلا اٹھے کہ دیکھو ہم نبی ماننے سے انکار کر رہے ہیں انہوں نے کیسی بات کر دی! بڑی اچھی سواری ہو اور بڑے اچھے اونٹ ہوں اور یہاں سے اُن پر بیٹھیں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس جاتے ہوئے تین مہینے لگ جاتے ہیں۔ اگر سارا راستہ بھگاتے رہیں اور یہ کہتے ہیں میں رات کو گیا بھی اور پھر آسمانوں پر بھی گیا عرش پر بھی گیا جنت دوزخ بھی دیکھی پھر واپس بھی آ گیا۔ ہمیں عرش آسمانوں کا نہیں پتہ۔ بیت المقدس تو ہمارا دیکھا ہوا ہے وہاں تک آنا جانا کونسا آسان ہے۔ حتیٰ کہ لوگ مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف کے گرد چٹانیں تھیں اور لوگ وہاں بیٹھا کرتے تھے۔ مطاف کے اردگرد پہاڑی چٹانیں تھیں چونکہ چاروں طرف پہاڑ ہیں مطاف کے گرد جنہیں اللہ نے دکھائے' سب نے دیکھے ہیں تو یہ آگے تک تھے' بیت اللہ کے گرد ایک وادی سی تھی نالہ سا۔ سارے پانی اکٹھے ہو کر ایک طرف چلے جاتے تھے۔ آس پاس پہاڑ تھے وادی میں اکٹھے ہوتا تھا تو وہ بڑے حیران ہوئے انہوں نے کہا جی دیکھوئی بات سنو۔ اب پہلے تو یہ بات کرتے تھے کہ آسمانوں سے وحی آتی ہے وہ تو ہماری سمجھ سے باہر بات تھی۔ یہ ایک نئی بات سُنی۔ بیت المقدس تو ہم نے بھی دیکھا ہوا ہے' ہمارا بھی آنا جانا رہتا ہے۔ اتنی لمبی مسافت ہے۔

تو بھاگے بھاگے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے گھر پہنچے اور انہیں کہا کہ بھئی اور بات سُن لو۔ تم نبوت کا اقرار کئے پھرتے ہو اور آج تمہارے نبی ﷺ نے یہ بات فرما دی' اب بتاؤ۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو بیت المقدس تک آنا جانا یہ تو چھوٹی سی بات ہے۔ میں تو اس بات کا قائل ہوں کہ اللہ کی طرف سے اُن پر وحی آتی ہے جو بہت بڑی بات ہے اُس کے مقابلے میں بیت المقدس کا آنا جانا ایک چھوٹی سی بات ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر حضور ﷺ نے یہ فرمایا ہے تو پھر یہ سچ ہے۔ اگر نبی کریم ﷺ نے ایسے ہی فرمایا ہے جیسا تم کہہ رہے ہو تو آپ ﷺ نے جو فرمایا وہ سچ ہے۔ تو پریشان ہو کر آئے اب اُن سے اور تو کچھ نہ بنا انہوں نے کہا اچھا آپ ﷺ بیت المقدس بظاہر تو تشریف لے نہیں گئے آج تک تو جو گئے ہیں لوگ وہاں زیارتیں کی ہیں اور کر رہے ہیں اُن کو تو ایک ایک نشانی یاد ہے آپ ﷺ ہمیں بتائیں کہ مسجد کے دروازے کتنے ہیں؟ اُن میں کھڑکیاں کتنی ہیں؟ محراب کس جگہ ہے؟ اندر جو ہال ہے اُس میں کیا کیا چیزیں ہیں؟ اب نبی کریم ﷺ نے تو بیت المقدس کی کھڑکیاں دروازے تو نہیں گنے۔ حضور ﷺ تو براق پر تشریف لے گئے۔ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام جمع تھے آپ ﷺ نے دوگانہ پڑھایا اور جہاں رب نے چاہا آگے تشریف لے گئے تو سیرت میں حدیث شریف میں موجود ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ کریم نے پورا بیت المقدس میرے سامنے کر دیا۔ اب وہ پوچھتے جاتے تھے اور میں دیکھ دیکھ کر بتاتا جاتا تھا کہ اتنی کھڑکیاں ہیں اور فلاں جگہ دروازہ ہے اور اندر ہال میں یہ ہے وہ ہے۔ جو جو چیزیں انہوں نے پوچھی سب حضور ﷺ نے بتا دی۔ آخر تھک کر انہوں نے کہا اچھا یہ بتایئے کہ ہمارا جو قافلہ اُس سمت گیا ہوا تھا وہ کہاں ہے۔ آپ ﷺ آئے گئے ہیں تو راستے میں دیکھا تو ہوگا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ مکہ سے تین دن کی مسافت پر ہے اور وہاں اُن کا ایک اونٹ گم ہو گیا ہے۔ سو پڑاؤ ڈال کر اُسے تلاش کر رہے ہیں انشاء اللہ انہیں مل جائے گا اور وہ تین دن کی مسافت پر ہیں پہنچ جائیں گے۔ وہ واقعہ بھی الحمدللہ سچ ثابت ہوا۔ تین دن بعد قافلہ بھی پہنچ گیا اور انہوں نے کہا کہ ہمیں ایک دن وہاں تاخیر ہوئی اور ہمارا اونٹ گم ہو گیا تھا۔

اب یہ سارا معاملہ اول و آخر معجزہ ہے ماننا جن کے نصیب میں تھا انہوں نے مانا ہدایت جن کے نصیب میں نہیں تھی انہوں نے نہ مانا لیکن معجزے کے اظہار کا مقصد کیا تھا؟ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی صداقت۔ پھر تھک کر انہوں نے کہا کہ بھئی! یہ زمین پر جو چیزیں ہوتی ہیں اس طرح جو واقعات ہوتے ہیں ان پہ جادو کا اثر ہوتا ہے ہو سکتا ہے آپ ﷺ کو کوئی ایسا منتر یاد ہو یا کوئی ایسی بات یاد ہو' آسمانوں پر جادو کا اثر نہیں ہوتا۔ تو کوئی آسمانی

نشانی آپ ﷺ بتائیں تو ہم مانیں گے کہ واقعی اللہ کا رسول ہے۔ کیا آسمانی نشانی بتائی جائے؟ آپ ﷺ چاند کو دو حصوں میں تقسیم کر دیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انگلی مبارک سے اشارہ فرمایا اور چاند ایسا شق ہوا کہ جو پہاڑی بیت اللہ کے سامنے ہے جس پر چاند نظر آ رہا تھا ایک ٹکڑا پہاڑوں کے اس طرف تھا اور دوسرا اس طرف تھا۔ ''شق القمر'' کی بات قرآن حکیم نے بھی بیان فرمائی تو اس طرح کی باتیں یہ معجزات ہوتے ہیں دوران ہجرت حضور ﷺ تشریف لے جا رہے تھے مدینہ منورہ کو۔ پیاس تھی پانی کی ضرورت محسوس ہوئی ایک بدوی کا جھونپڑا تھا وہاں رُکے۔ پوچھا کچھ کھانے کو ملے گا۔ اُس نے کہا جی کچھ بھی نہیں ہے میرے پاس تو ایک بکری ہے وہ بھی اس وقت شیر دار نہیں ہے وہ بھی سوکھی ہے۔ اگر وہ شیر دار ہوتی تو میں اُس کا دودھ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتا مہمان سمجھ کر۔ وہ تو نہیں جانتا تھا کون ہستی ہے اور کہاں تشریف لے جا رہی ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ لے آؤ اُسی بکری کو لے آؤ۔ وہ پکڑ کر لے آیا۔ حضور ﷺ نے اُس کی پشت پہ ہاتھ مبارک پھیرا اور کہا برتن لے آؤ۔ آپ ﷺ نے دودھ نکالنا شروع کر دیا اور سب اُس سے سیراب ہو گئے تو یہ ایک معجزہ تھا۔

نبی کریم ﷺ کے معجزات تو خیر شمار نہیں ہو سکتے' آپ گنتے چلے جائیں۔

ابو جہل نے کنکریوں کی مٹھی بھر لی اور اُس نے یہ پوچھا کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالٰے آسمانوں کے علوم عطا کرتا ہے اور آپ ﷺ بیت المقدس کی باتیں کرتے ہیں۔ آپ ﷺ یہ بتا دیں میری مٹھی میں کیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا میں کیوں بتاؤں تمہاری مٹھی میں کیا ہے' جو کچھ تمہاری مٹھی میں ہے وہ کیوں نہ بتائے میں کون ہوں کنکریوں نے پورا کلمہ طیبہ پڑھا کنکریاں بول اٹھیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

اب یہاں عقل کام نہیں کرتی۔ یعنی انسان کے جتنے وسائل ہیں اور جتنی چیزیں وہ عقل سے ایجاد کرتا ہے' جتنی باتیں عقلاً ممکن ہیں یا جو ذرائع وسائل ہیں تو وہ یہاں کام نہیں کرتے۔ اس لئے اسے معجزہ کہتے ہیں کہ عقل کو عاجز کر دینے والا کام۔ لیکن معجزہ صادر ہوتا ہے نبی کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لئے اور اللہ کی عظمت کو ثابت کرنے کے لئے۔ نبی کا معجزہ نبی کے امتیوں میں اہل اللہ میں نبی کے پیروکاروں میں بطور کرامت منتقل ہوتا ہے۔

کرامات اولیاء اللہ ہم پڑھتے ہیں اور کرامت برحق ولی کے ہاتھ پر اُس کا صدور ہوتا ہے لیکن وہ فعل اللہ کا ہوتا ہے اور اُس جیسا فعل ہوتا ہے جو معجزے کی طرح عقل کو عاجز کر دے۔ عقلاً ایسا ممکن نہیں ہوتا لیکن ایسا ہو جاتا ہے چونکہ اللہ کرتا ہے۔ کرامت اس لئے نہیں ہوتی کہ کس بندے کی بزرگی ثابت کرے یا اُس کی ذاتی بڑائی ثابت کرے۔ کرامت کا اظہار بھی اثبات دین کے لئے ہوتا ہے۔ جہاں دین کی ضرورت ہو اور اُس کرامت کے ظہور سے لوگوں کو حق پر آنے کی توفیق مل رہی ہو یا لوگوں کو گمراہ کرنے والے شیاطین ہیں اُن کا منہ بند ہوتا ہو۔ دو وجوہ ہی ہیں۔ کہ کچھ لوگ جو گمراہی پھیلا رہے ہیں انہیں لاجواب ہونا پڑے یا کچھ لوگ جن کی قسمت میں ہدایت ہے اُس کا سبب بن جائے۔ کسی فرد یا کسی طبقے کسی جماعت کی بڑائی کیلئے کرامت کا اظہار نہیں ہوتا اور وہ فعل جو بندے کو دین سے دور کرتے ہوں وہ شیطانی فعل ہوتے ہیں اُسے استدراج کہا جاتا ہے وہ کرامت نہیں ہوتی یعنی کرامت کا حتمی نتیجہ یہ ہے کہ لادین قوتیں لاجواب ہو جائیں اور جن کی قسمت میں ہے اُن کو دین کی طرف آنا نصیب ہو جائے اگر یہ نتیجہ نہیں ہے اور کوئی عجیب بات آپ نے دیکھ لی تو وہ شعبدہ ہو سکتا ہے' استدراج کہا جاتا ہے اصطلاح شریعت میں۔ کوئی شیطانی جنتر منتر پڑھتا ہے تو جو شیطان کے بس میں ہے کوئی عجیب بات اُس کا اظہار ہو گیا اور یہ سارا کچھ مادی دنیا میں ہوتا ہے جو وسائل واسباب سے ہو سکتا ہے وہ شعبدہ بازی' جادو سے یا استدراج سے بھی ہو سکتا ہے۔ تو بیشتر ہوتا یہ ہے کہ لوگ خود بھی بے دین اور بدکار ہوتے ہیں اور کچھ شعبدے یاد کر لیتے ہیں اور دوسروں کو بھی اُس کی وجہ سے گمراہ کرتے ہیں۔ تو ہر عجیب بات کرامت نہیں ہوتی۔

ہمارے آج کے عہد کا ایک مسئلہ یہ ہے کہ یہ شعبدہ بازی بہت ترقی کر چکی ہے اور ہر بندہ اس کا اسیر ہے۔ پرسوں ایک خط تھا یا کل تھا کہ ''جی! میرا روزگار بھی بندھا ہوا ہے' میرے بچوں کی شادیاں بندھی ہوئی ہیں' میری صحت بندھی ہوئی ہے''۔ بھئی! یہ سارے کام اگر جادوگروں نے کر دیئے تو جو اس کائنات کا خالق ہے وہ کہاں گیا' وہ کیا کر رہا ہے! جس نے مخلوق کو پیدا کیا جس نے مخلوق کے پالنے کی ذمہ داری لے لی ہے۔

وما من دابۃٍ فی الارض الاعلی اللہ رزقھا. جس نے اعلان کر دیا کہ کوئی ذی روح جو زمین پر ہے اُس کی روزی میرے ذمے ہے۔ اب اگر اس کی روزی کو کسی جادوگر نے باندھ دیا اور اللہ کریم عاجز آ گئے تو یہ ماننا تو کفر ہے زیادتی ہے۔ کوئی ایک دانہ غلے کا کوئی ایک ذرہ روزی کا کوئی ایک قطرہ پانی کا وہ تقسیم شدہ ہے اُس کا وقت مقرر ہے اُس کی مقدار مقرر ہے اور وہ جس کا ہے اُس تک پہنچنے والا ہے۔ کوئی اسے درمیان میں روک نہیں سکتا۔ یہ مسلمانوں پہ مصیبت پڑ گئی۔ ان کی روزی جادوگروں نے روک لی تو کافر تو مزے کر رہے ہیں اُن کی کیوں نہیں روک لی! یہ کسی کے بس میں نہیں ہے۔ کسی کی شادی کب ہونی ہے کہاں ہونی ہے ساری چیزیں طے شدہ ہیں اور ہر کام اپنے وقت پہ ہو جاتا ہے۔ ہر کام جو ہے اپنے وقت کا محتاج ہوتا ہے جب اُس کا وقت آتا ہے تو ہو جاتا ہے۔

جادو اور عملیات کا ایک بڑا بنیادی نقطہ یہ ہے کہ جو بندہ بھی ذہنی طور پر ان سے خوف زدہ ہو جاتا ہے اور ان کی طاقت کو قبول کر لیتا ہے اُس پر اثرات مرتب ہوتے ہیں' جو رد کر دیتا ہے اُس پر ہوتے ہی نہیں' یہ جتنا چاہیں زور لگا لیں۔ جس بندے کا اللہ پر بھروسہ ہو' اللہ کی اطاعت کرتا ہو' گناہگار بھی ہو لیکن ان کی باتوں میں نہ آئے اور ان کو حیثیت نہ دے اور کہے کہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تو اُس کا یہ کچھ نہیں بگاڑ سکتے کہ جو اپنی قوت مدافعت ذہنی جو ہے۔ اس لئے کہ یہ سارا عقل وخرد کا تماشا ہوتا ہے۔ نگاہوں کی دھوکا بازی ہوتی ہے اور عقلی طور پر بھی اگر کوئی ڈٹ جائے یہ اُس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ چہ جائیکہ کس کے دل میں نور ایمان بھی ہو اللہ پہ بھروسہ بھی ہو۔ یہ ایمان بھی ہو کہ میرا اللہ ہر وقت نہ صرف میرے ساتھ ہے بلکہ مجھ سے میرے زیادہ قریب ہے' میری شہ رگ سے بھی زیادہ میرے قریب ہے۔ تو یہ جو اس طرح کے ہمارے ذہن میں خوف پیدا ہو گئے ہیں یہ صرف اللہ کریم کی عظمت سے دوری اور ایمان کی کمزوری کا سبب ہے۔

عمر گزر گئی آپ کی ہندوستان کے ساتھ لڑتے لڑتے کوئی ایسا جادوگر تو نہیں ملا کہ فتح کرا دیتا۔ کوئی ایسا جادوگر نہیں ہے جو اپنے لئے روزی پیدا کر لے۔ دو دو چار چار روپے کے محتاج ہوتے ہیں' جو جاتے ہیں وہ دیتے ہیں تو اُن کے پاس پیسہ ہوتا ہے لوگ نہ دیں تو وہ اپنے جادو سے پیسہ کیوں نہیں پیدا کرتے!

لیکن اب ان عاملوں اور جادوگروں کے پاس اتنے لوگ جاتے ہیں اور اتنا پیسہ دیتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے کہ جب یہ ہفتہ وار میگزین اخباروں پہ آتے ہیں تو آدھا یا آدھے سے بھی زیادہ میگزین جادوگروں کے اشتہاروں سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ لوگ انہیں پیسے دیتے ہیں تو ایک صفحہ جو ہے غالباً وہ ہفتہ وار میگزین کا بھی ایک صفحہ کم از کم ایک لاکھ روپے کا اشتہار ہوتا ہوگا تو اگر وہ لاکھ لاکھ روپے کے اشتہار ہر ہفتے یا ہر مہینے چھپاتے ہیں تو اس کا مطلب ہے وہ بے شمار کماتے ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ اپنی روزی پیدا نہیں کر سکتے۔ ان جانے والوں سے کہہ دو کہ یہ ایک مہینہ جانا چھوڑ دیں۔ انہیں پیسے دینا چھوڑ دیں تو دیکھیں وہ کہاں سے اپنے جادو سے پیسہ کمائیں۔

اور پھر تم کو اللہ کے ذکر کی توفیق ہے جو لوگ سلسلے میں ہیں اللہ کی حفاظت نصیب ہے مشائخ کی توجہ نصیب ہے لیکن اگر بندہ اپنا ایمان قائم نہ رکھ سکے تو پھر سب کچھ بیکار ہو جاتا ہے یایھا الذین امنوا ادخلو فی السلم کافۃ. سارے کے سارے اسلام کے اندر رہو پھر کوئی ڈر نہیں ہے اور سر قلعہ

کے اندر ہے اور دھڑ باہر ہے۔ ایک ٹانگ دروازے کے اندر ہے باقی باہر کھڑے ہیں ایک بازو اندر ہے اور باقی باہر کھڑے ہیں تو چوٹیں لگیں گی پتھر پڑیں گے بارش پڑے گی۔ حفاظت کا ذمہ تو ہے کہ سارے کے سارے اسلام کے اندر آ جاؤ اور اسلام ایمان اور عمل دو چیزوں کا نام ہے۔ ایمان کا بہت سا انحصار عمل پر ہے ایمان نصیب ہو جائے تو پھر عمل ہے جو اُسے ترقی دیتا ہے' مضبوط کرتا ہے اور اس میں اضافہ کرتا چلا جاتا ہے اگر عمل چھوڑ دیں تو پھر رفتہ رفتہ اُس میں کمزوریاں آنے لگ جاتی ہیں تو اللہ کے بندوں کو اللہ کی عظمت سے ڈرنا چاہئے' اللہ کی ناراضگی سے ڈرنا چاہئے' اللہ کی گرفت سے ڈرنا چاہئے۔ یہ جنوں بھوتوں جادوگروں کا ڈر کوئی معنی نہیں رکھتا۔ یہ کسی کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے' ہر ایک کو اللہ کی حفاظت حاصل ہوتی ہے۔ جیسے بیماری جب آتی ہے اللہ کریم نے پورے نظام کی حفاظت پر فرشتے مقرر کر دیے ہیں۔ بیمار بندہ تب ہوتا ہے جب کسی جگہ سے وہ اپنی حفاظت اٹھا لیتا ہے وہاں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اُس کا سبب کوئی ہماری کوتاہی ہوتی ہے۔ اسی طرح شاطین یا جن یا عامل بھی وہاں نقصان پہنچا سکتے ہیں جہاں اللہ کی حفاظت اُٹھ جاتی ہے اور اللہ بندے کو نہیں چھوڑتا' بندہ اللہ کو چھوڑ جاتا ہے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی اللہ کو پکارے اللہ کی بارگاہ میں حاضری دے اللہ پر اپنی اُمید رکھے اور اللہ اُسے نا اُمید کرے یہ ممکن نہیں ہے۔ یہ بندے کی طرف سے ہوتا ہے کہ وہ اپنے یقین محکم میں دراڑیں ڈال لیتا ہے۔ ادھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارنے لگ جاتا ہے۔ جب اللہ کو چھوڑ کر دوسری طرف جاتا ہے تو پھر بعض اوقات حفاظت الٰہیہ بعض امور سے اُٹھ جاتی ہے۔ جہاں سے حفاظت اُٹھ جاتی ہے وہاں شیاطین کا عمل دخل ہو جاتا ہے تو ان چیزوں کو جاننا اس لئے ضروری ہے کہ یہ رفتہ رفتہ ایمان ضائع کر دیتی ہیں یقین کو متزلزل کر دیتی ہیں اعمال تو گئے عقائد خطرے میں آ جاتے ہیں۔

اس لئے بہترین دوا ہے تلاوت کریں' عقائد کی اصلاح کریں' حلال کھائیں اور سب سے اعلیٰ دوا ہے کہ کوئی وقت چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ہر وقت درود شریف پڑھتے رہا کریں بارگاہ رسالت پناہی ﷺ میں حاضری لگتی رہے۔ دنیا کا کوئی کام ہو یا آخرت کا دین ہو یا دنیا یہ زندگی ہو یا وہ زندگی' سب سے اعلیٰ وظیفہ اور تمام تکلیفوں کی دوا ہے درود شریف۔ چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے کہیں آتے جاتے۔ نماز کے اوقات میں تلاوت کرتا ہے اور تسبیحات بھی پڑھتا ہے پڑھتا رہے لیکن وقت کو خالی نہ جانے دے۔ ہر درود حاضری لگواتا ہے' بارگاہ رسالت پناہی ﷺ میں پیش کیا جاتا ہے' بندے اور اُس کے والد کا نام لیکر فلاں ابن فلاں کی طرف سے یہ تحفہ ہے۔ تو اگر کوئی مسلسل پڑھتا ہی رہے۔ تو اللہ کے فرشتوں کی ایک قسم ایسی ہے جن کا کام ہی صرف یہ ہے کہ جہاں کوئی درود شریف پڑھے وہ لیکر بارگاہ رسالت پناہی ﷺ میں پیش کرتے ہیں۔ کام ہی اُن کا یہ ہے۔ تو قاصد چلتے رہیں حاضری لگتی رہے تو جادوگر کیا کرے گا اور عامل کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے!۔

اللہ کریم توفیق دے ہمت دے گناہوں کی مغفرت فرمائے معافی عطا فرمائے اور ذکر اذکار کو شرف قبولیت سے نوازے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆

امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہٗ کے فی البدیہہ

خطبات پر مشتمل زیرِ طبع تفسیر قرآن حکیم

''اکرم التفاسیر''

سے اقتباس

☆ امیر محمد اکرم اعوان ☆

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 30-09-2005

الحمدللّٰہ رب العالمین.

والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہٖ محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰنِ الرجیم.

بسم اللّٰہ الرحمٰنِ الرحیمo

الحمدللّٰہ رب العالمینo الرحمٰنِ الرحیمo

مٰلکِ یوم الدینo ایاکَ نعبُدُو ایاکَ نستعینُo

اھدنا الصراط المستقیمo صراط الذینَ انعمتَ

علیھم. غیر المغضوب علیھم ولاالضالینo

اللھم سبحٰنکَ لا علملنا

الا ما علمتنا انکَ انت العلیم الحکیم

مولای صل وسلم دائماً ابداً

علیٰ حبیبکَ من زانت بہِ العُصُرُوا

قرآن کی سب سے پہلی سورت' سورت فاتحہ ہے اور سورت فاتحہ کے بارے ارشاد ہوتا ہے کہ تمام کتاب کریم کا خلاصہ اس میں موجود ہے۔ سورت فاتحہ جب نازل ہوئی تو اس کے شان نزول میں علما کرام لکھتے ہیں کہ شیطان سر میں مٹی ڈالتا تھا اور روتا تھا کہ جو لوگ نماز پنجگانہ ادا کریں گے اور اُس کی ہر رکعت میں اس سورت کو پڑھیں گے تو میرا اُن پر کیا بس چلے گا۔ سورۃ فاتحہ اللہ سے تعلق اللہ پر اعتماد اور اللہ کریم سے اپنی حاجات کے مانگنے کا طریقہ بھی سکھاتی ہے۔ اس کے تین حصے ہیں' پہلا حصہ اللہ کی حمد و ثنا ہے اُس کی ذات اور اُس کی صفات جیسی ہیں اُن کے ساتھ اُس کی تعریف ہے۔ دوسرا حصہ یہ ہے کہ اے اللہ میں تیری ذات اور تیری صفات کو مانتا ہوں اور صرف تیری ہی عبادت کرتا ہوں۔ یعنی پہلے حصے میں عظمتِ الٰہی کا اظہار ہے دوسرے حصے میں اپنی بندگی اپنے عجز اور اپنے ضرورت مند ہونے کی بات ہے اور تیسرے حصے میں پھر مقصد بیان کیا گیا ہے کہ جو ضرورت ہے وہ مانگی گئی ہے۔ تو دعا کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے عظمت الٰہی بیان کی جائے' اپنے عجز کا اقرار کیا جائے پھر جو چیز مقصود ہے وہ پیش کی جائے۔ جس طرح ہر عدالت کا ایک ادب واحترام ہوتا ہے ہر حکومت یا ہر حکومت کے افسر کا کہ آپ درخواست اُس کے مطابق لکھنا' ہائی کورٹ میں جاتے ہیں تو اُس کے مطابق لکھنا پڑتی ہے' گورنر کے پاس گزارتے ہیں تو اُس کے مطابق اُس کا پیٹرن الگ ہوتا ہے اسی طرح جب آپ درخواست گزار ہوتے ہیں بارگاہ الوہیت میں تو اُس کا طریقہ کار الگ ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اُس کی حمد و ثنا کی جائے اُس کی عظمت کا اقرار

کیا جائے پھر دوسرے درجے میں اپنی عبودیت کا اظہار کیا جائے کہ میں تجھے مانتا ہوں میرا ایمان ہے تیرے ساتھ اور میں تیری ہی عبادت کرتا ہوں۔ اب تیسرے درجے میں آ کر مدعا عرض کرے گا کہ بارالہٰا یہ میری ضرورت ہے مجھے عطا فرما۔ بعض حضرات نے بسم اللہ شریف کو الگ قرار دیا لیکن اکثر علماء کے نزدیک بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔سورۃ الفاتحہ کا حصہ ہے۔ اس لئے ہم نماز کی ہر رکعت میں تعوذ کے بعد تسمیہ سے شروع کرتے ہیں۔ اور دوسری رکعت میں اگرچہ ثنا نہیں پڑھی جاتی لیکن سورۃ فاتحہ بسم اللہ شریف سمیت پڑھی جاتی ہے' خاموش پڑھی جاتی ہے اور امام قرات کر رہا ہو تو قرات تو الحمدللہ سے شروع کرتا ہے لیکن بسم اللہ الرحمٰن الرحیم دل میں ضرور پڑھتا ہے اور اکیلی نماز پڑھ رہے ہیں تو بھی ثنا اور تعوذ نہیں پڑھا جاتا لیکن بعد کی جو رکعتیں ہیں وہ ایک ہے یا تین ہیں یا دو ہیں وہ بسم اللہ کے ساتھ شروع کی جاتی ہیں۔

حضرت رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح سورۃ فاتحہ قرآن حکیم کا خلاصہ ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ سورۃ فاتحہ کا خلاصہ ہے کہ ہر کام کی ابتدا اُس اللہ کے نام سے کرتا ہوں جو رحمٰن ہے اور رحیم ہے۔ پھر حضرت فرمایا کرتے تھے اللہ کی اُن پر کروڑوں رحمتیں ہوں کہ بسم اللہ کی یہ پہلی "ب" جو ہے یہ اس کا خلاصہ ہے کہ "ب" "تلبس کی ہے جوڑنے کی ہے اور سارا دین اور سارا قرآن کیا ہے مخلوق کو اللہ سے جوڑا جائے اللہ کی مخلوق کو اللہ کی ذات سے آشنا کیا جائے۔ تو حضرت رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ سورۃ فاتحہ قرآن حکیم کا خلاصہ ہے۔ بسم اللہ شریف سورۃ فاتحہ کا خلاصہ ہے اور اس کی پہلی "ب" سارے قرآن سارے دین کا خلاصہ ہے کہ یہ "ب" "تلبس کی ہے جوڑنے کی ہے اللہ کے نام کے ساتھ اور یہ ساتھ جو ہے یہ جڑنا جو ہے یہ تلبس جو ہے جسے عربی میں تلبس کہتے ہیں کسی چیز کو کسی کے ساتھ جوڑنا تو فرمایا یہ سارے دین کا خلاصہ ہے۔ سارے دین کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کا بندہ اللہ کی ذات سے جڑ جائے۔

میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ قرآن کریم کی ہر آیت دنیا و آخرت کے سارے مسائل کا جواب دے دیتی ہے۔ اپنی اپنی وسعت نظر ہے' اللہ کسی کو کتنی دیتا ہے تو اتنا قرآن اللہ نے کیوں نازل کیا۔ یہ اُس کا کرم ہے یہ اُس کا احسان ہے کہ اُس نے اپنے بندوں سے کلام فرمایا' اور فرماتا چلا گیا کلام میں متکلم کا اثر ہوتا ہے اُس کی ذات کا اثر ہوتا ہے۔ آپ کسی بندے کو کسی بُرے آدمی کے ساتھ بٹھا دیں تو اُس کی صرف باتیں سنتا رہے اُس کی عادتیں بگڑنا شروع ہو جائیں گی' اُس کی ذات کا اثر اُس میں آجائے گا۔ کسی آدمی کو کسی نیک بندے کے ساتھ بٹھا دیں وہ روزانہ اُس کی گفتگو سنتا رہے تو نیکی کی طرف مائل ہو جائے گا' وہ اثر اُس میں بھی آجائے گا۔ تو اللہ جل شانہٗ نے یہ جو اتنی کتاب عطا فرمائی۔ علماء ایک سوال پیش کرتے ہیں کہ طریقہ ادب یہ ہے کہ بات مختصر ہو اور اُس میں سارا مفہوم آجائے۔ قرآن کریم کا کمال یہ ہے کہ چند لفظوں میں سارا مفہوم سمو دیتا ہے۔ پھر ادب یہ ہے کہ جو پوچھا جائے وہ مختصر لفظوں میں عرض کر دیا جائے اور انبیاء علیہم السلام سے بڑا مودب کون ہوگا۔

موسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول تھے کلیم اللہ تھے۔ سوال مختصر سا ہوا۔

ماتلک بیمینک یٰموسیٰ. موسیٰ آپ کے ہاتھ میں یہ کیا ہے۔ ھی عصای. بات ختم ہوگئی۔ یہ میرا عصا ہے' جواب ہوگیا۔ لیکن وہ بات بڑھاتے چلے گئے۔ ھی عصای. اتوکوا علیھا واھش بھا علیٰ غنمی ولی فیھا ما ربُ اُخریٰ. پتہ نہیں انہوں نے کتنی لمبی بات کی یہ میرا عصا ہے' میں اس سے سہارا بھی لیتا ہوں' اُس سے ریوڑ بھی چراتا ہوں' اس سے اور بہت سے کام لیتا

ہوں۔ وہ کونسے کام انہوں نے گنے قرآن نے تو اختصار کیا وہ کام بتائے نہیں لیکن انہوں نے تو گنے۔ ولی فیھا مارب اُخریٰ ۔اور بہت سے کام لیتا ہوں اس سے۔ تو مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ ایک اللہ کا رسول علیہ السلام اور اولوالعزم رسول اور کلیم اللہ۔ اب اُس سے زیادہ مودب کون ہوگا! تو جواب ختم ہوگیا۔ ھی عصای ۔ پھر انہوں نے اتنی لمبی بات کیوں کی؟ پھر فرماتے ہیں کہ بات کرنے کا ایک اپنا مزا ہوتا ہے اور متکلم جو ہوتا ہے اور جو مخاطب ہوتا ہے اُسے دیکھ کر اگر کوئی محبوب سے بات کر رہا ہے تو اُس میں ایسا بے خود ہو جاتا ہے کہ اُس بات کا مزا لینے کے لئے اُسے لمبا کر کے لے جاتا ہے۔

بیک لفظے تواں گفتن تمنائے جہاں را

فارسی شاعر نے کہا ہے کہ ساری دنیا کی ساری باتیں ایک لفظ میں کہی جا سکتیں ہیں۔ ایک گھنٹہ کوئی بات کرے' آپ "ہاں" کہہ دیں' جواب ہوگیا' آپ "نہ" کہہ دیں جواب ہوگیا۔ یعنی ساری دنیا کی ساری باتیں ایک لفظ ہاں یا نہ میں ختم ہو جاتی ہیں کوئی سارا دن آپ سے بات کرتا ہے آپ اُسے کہہ دیں کہ "مجھے نہیں منظور" بات ختم ہوگئی۔

بیک لفظے تواں گفتن تمنائے جہان را
من از بحر حضوری طول دا دند داستان را

میں نے تو حضوری کے مزے میں بات کو لمبا کر دیا کہ بات کس سے ہو رہی ہے اور کرنے کا مزا آ رہا ہے منہ چلائے جاؤ۔

بیک لفظے تواں گفتن تمنائے جہان را
من از بحر حضوری طول دا دند داستان را

فرمایا موسیٰ علیہ السلام چونکہ بات اللہ سے ہو رہی تھی' بات کے مزے میں ایسے کھو گئے کہ منقطع کرنا نہیں چاہتے تھے کہ بات چلتی جائے اللہ کے حضور تو جب اُس نے اُمت محمدیہ پر یہ احسان فرمایا کہ اتنی باتیں کیں کہ اتنا بڑا قرآن مجید بن گیا۔ اب اگر اس کے بعد بھی کوئی نہیں سُدھرتا تو اُس کے سینے میں دل نہیں پتھر ہے اور پتھر بھی ہوتا اللہ کریم فرماتے ہیں کہ قرآن سے جن کی اصلاح نہیں ہوتی وہ پتھروں سے بھی گئے گزرے ہیں اس لئے کہ پتھروں سے بھی نہریں اور چشمے جاری ہو جاتے ہیں۔ وان منھا لما یشقق فیخرج منہُ الماء. پتھر بھی پھٹ جاتے ہیں اُن سے نہریں چشمے جاری ہو جاتے ہیں' کچھ میں سے تھوڑا پانی آتا ہے ورنہ غضب الٰہی اور عظمت الٰہی کے سامنے گر کر چور تو ہو جاتے ہیں اور جن پر قرآن بھی اثر نہیں کرتا وہ اُس سے بھی گئے گزرے ہیں۔

تو یہ اُس کا احسان ہے کہ اُس نے اتنی لمبی بات عطا فرمائی۔ قرآن کا سمجھنا' قرآن پر عمل کرنا فرض عین ہے۔ قرآن کا سمجھنا عمل کی نسبت سے فرض عین ہے کہ جانے گا نہیں تو عمل کیسے کرے گا! لیکن قرآن اگر سمجھ نہ بھی آئے تو قرآن کو اللہ کا کلام سمجھ کر پڑھتے رہنا خالی نہیں جاتا' دلوں کو منور کر دیتا ہے اس لئے کہ اللہ کا کلام ہے۔

میں نے شاید پہلے بھی کہیں یہ بات بیان کی ہے میں نے پڑھی نہیں واقعہ سُنا ہے۔ ایک شخص نے مجھ سے ایک واقعہ بیان کیا کہ ہمارا ایک آدمی مر گیا تو اُس کے لئے قبر تیار کر رہے تھے تو اُس کے نیچے اُوپر سے قبر کا نشان نہیں تھا جب کھودا تو نیچے قبر آ گئی قدرتی آدمی کو تجسس ہوتا ہے کہ جب قبر کھل ہی گئی ہے اور اُس کے پتھر آ گئے ہیں تو دیکھیں تو ہم نے ایک پتھر سرہانے سے ہٹایا۔ تو یہاں تک وہ درست تھا کہ ہم نے پہچان لیا کہ یہ تو گاؤں کا فلاں آدمی ہے اور عجیب بات ہے کہ کسی درخت کی ایک جڑ اُس کے منہ کے اوپر سے کفن کے اوپر سے گزر رہی تھی اور اُس میں سے ٹپ ٹپ قطرہ قطرہ رس کا گر رہا تھا۔ وہ کہتے ہیں جب ہم نے دیکھا تو رس گرنا تو

ختم ہو گیا۔ بڑی خوشبو تھی ہم نے چاہا کہ اس رس کا ذائقہ چکھیں لیکن وہ گرنا بند ہو گئی۔ تو ہم نے واپس پتھر رکھ کے قبر بند کر دی۔ دوسری قبر بنا کر بندہ دفن کیا۔ واپس گئے تو اُس کی اہلیہ سے جو ابھی زندہ تھی اُس سے ہم نے پوچھا کہ تمہیں اپنے میاں کا کوئی عمل یاد ہے کہ کونسا ایسا نیک کام اُس نے کیا ہے وہ کہنے لگی اور باقی تو وہ بھی عام لوگوں کی طرح نماز روزہ ہی کرتا تھا اور اپنی مزدوری کرتا لیکن ایک بات تھی اُس کی۔ وہ پڑھا لکھا نہیں تھا لیکن قرآن کھول کے بیٹھ جاتا اور ہر سطر پر انگلی پھیر کے کہتا۔ ''اللہ یہ بھی تو نے سچ کہا' اللہ یہ بھی تو نے سچ کہا' اللہ یہ بھی تو نے سچ کہا''۔ وہ اس طرح سارا قرآن پڑھا کرتا تھا تو تیس پارے اللہ کریم کا وہ انعام ہے جس کا شکر ادا کرنا ممکن نہیں ہے۔

الحمدللہ رب العٰلمین۔ اسلام کی بنیاد اس بات پر ہے کہ جو کچھ ہے صرف اللہ ہے باقی کوئی کچھ بھی نہیں۔ سب خوبیاں' سب کمالات اُس رب کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ رب یا پروردگار وہ ہوتا ہے جو تخلیق سے تکمیل تک ہر مرحلے میں پرورش کرتا ہے اور جب جہاں جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ عطا فرماتا ہے۔ کوئی خوبصورت ہے تو حُسن اُس کی عطا ہے' کوئی طاقتور ہے تو طاقت اُس کی عطا ہے' کوئی امیر ہے تو دولت اُس کی عطا ہے' کوئی صحت مند ہے تو صحت اُس کی عطا ہے' کوئی عالم ہے تو علم اُس کی عطا ہے' غرض جہاں جو خوبی تصویر میں ہے وہ خوبی تصویر کی نہیں مصور کی ہے' کمال مصور کا ہے' تو کائنات میں جتنی خوبیاں جس جس کے پاس ہیں وہ سب خوبیاں اللہ کی ہیں باقی کوئی کچھ بھی نہیں۔ اُس کے کمالات اُس کی خوبیوں کے مظہر ہیں سارے اُس کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔

الرحمٰن الرحیم۔ وہ رحمٰن ہے وہ رحیم ہے۔ رحمٰن اور رحیم کا مادہ تو ایک ہے اور قرآن حکیم میں اختصار ہے۔ پھر ایک ہی لفظ دوبار کیوں لایا گیا؟ اس لئے کہ رحمٰن کا مفہوم جدا ہے۔ رحیم کا مفہوم جدا ہے لفظ ایک ہے۔ عربی میں قواعد وضوابط ہیں اور الفاظ کو تولا جاتا ہے۔ الرحمٰن۔ فعلان کے اُس وزن پر ہے۔ فعلان کے وزن پر جتنے لفظ آتے ہیں وہ لمحاتی اور وقتی ہوتے ہیں اُن میں دوام نہیں ہوتا۔ جیسے فعلان کے وزن پہ آتا ہے ''غضبان'' غصے میں آیا ہوا بندہ۔ اب غصہ ہمیشہ تو نہیں رہتا' غصے میں آیا غصہ فرو ہو گیا۔ اسی طرح اسی وزن پہ آتا ہے ''عطشان'' پیاسا' پیاس ہمیشہ تو نہیں رہتی' پانی پیا پیاس ختم ہو گئی' یہ سارے فعلان کے وزن پہ ہیں'' پریشان'' اب پریشان ہمیشہ کوئی نہیں رہتا' وقتی پریشانی ہوتی ہے' ختم ہو گئی' الرحمٰن۔ لیکن یہ وقتی ہے اس لئے فرمایا گیا الرحمٰن لدنیا۔ جب تک دنیا قائم ہے اللہ کے رحمٰن ہونے کا اظہار ہوتا رہے گا۔ کافر کو بھی وجود بخشتا ہے' نعمتیں بخشتا ہے' حواس بخشتا ہے' طاقت دولت اولاد کیا کیا نعمتیں دیتا ہے' یہ رحمانیت ہے۔ جب تک دنیا ہے یہ وقتی کیفیت ہے تب تک رہے گی دنیا ختم ہو گئی تو یہ صفت بھی ختم ہو جائے گی' آگے کیا ہو گا؟

الرحیم۔ یہ فعیل کے وزن پر ہے اس وزن میں جتنے اوصاف آتے ہیں اُن میں دوام ہوتا ہے جیسے ''حکیم' علیم'' اب کوئی دانا ہے تو ہمیشہ کے لئے دانا ہے' کوئی عالم ہے تو ہمیشہ کے لئے عالم ہے یہ وقتی صفت نہیں ہے۔ تو یہ جتنے فعیل کے وزن پہ لفظ آتے ہیں ان میں دوام ہوتا ہے۔ الرحیم میں دوام ہے۔ یہاں بھی اُن پہ رحمت ہو گی' آگے بھی رحمت ہو گی۔ اول وآخر یہ رحمت منقطع نہیں ہو گی۔ اس لئے فرمایا گیا۔ الرحمٰن لدنیا والرحیم الاخرۃ۔ رحمٰن دنیا کے لئے ہے اور رحیم دونوں جہانوں کے لئے ہے' دنیا وآخرت دونوں کے لئے ہے کہ نور ایمان اُس کی رحیمیت ہے' نیکی کی توفیق اُس کی رحیمیت ہے

چونکہ یہ دنیا میں موت میں زندگی میں موت میں برزخ میں حشر میں اور اُس کے بعد ہمیشہ کے لئے جس پہ رحیمیت ہوگی اُس کا ساتھ دے گی۔ الرحمٰن لدنیا۔ رحمانیت دنیا کے لئے ہے مومن کو بھی روزی دیتا ہے کافر کو بھی دیتا ہے۔

وہ کبھی کسی کے گناہ پر اُس کی روزی بند نہیں کرتا اُس سے باقی نعمتیں سلب نہیں کرتا۔ اگر ایک ہی نعمت لے لیتا کہ جو گناہ کرے گا وہ اندھا ہو جائے گا' اُس کی میں نظر واپس لے لوں گا تو کسی کو جرات ہوتی گناہ کرنے کی! وہ قادر ہے لیکن اُس نے دنیا میں اجازت دے رکھی ہے انا ھدینہ السبیل اما شاکراً و اما کفوراً۔ میں نے اتنی نعمتیں دی ہیں اب میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ کون میرا شکر ادا کرتا ہے اور کون ناشکری کرتا ہے بندے کو صرف یہ اختیار ہے کہ وہ شکر کا راستہ اختیار کرتا ہے یا ناشکری کا۔

تو رحمٰن بہت وسیع ہے دنیا کے لئے اور رحیم۔ دراصل اللہ کی ربوبیت جو ہے یہ بہت وسیع ہے' آدمی اندازہ نہیں کر سکتا ہر تنکا جو اُگتا ہے یہ اُس کی ربوبیت کا تقاضا ہے ہر پھول جو کھلتا ہے اُس کی ربوبیت کا تقاضا ہے' ہر پھل جو پکتا ہے اُس کی ربوبیت کا تقاضا ہے وہ چیونٹی سے لیکر بڑی سے بڑی مخلوق تک کو پیدا کرتا ہے' پالتا ہے' روزی دیتا ہے' یہ سورج جو طلوع ہوتا ہے یہ اُس کا کرم ہے اُس کی ربوبیت کا تقاضا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں ہمیں تپش دے رہا ہے' چیونٹی سمجھتی ہے میرے انڈے سینک رہا ہے' پھل سمجھتا ہے مجھے پکا رہا ہے' فصل سمجھتی ہے مجھے اُگا رہا ہے جتنے بے شمار کام ایک سورج کے آنے اور جانے سے وابستہ ہیں جو ہم گن نہیں سکتے یہ اُس کی ربوبیت ہے چونکہ وہ رب ہے اس لئے اُس نے تخلیق بھی کرنی ہے اور اُن کی پرورش بھی کرنی ہے اور انہیں اُن کے کمال اور انجام تک پہنچانا بھی ہے یہ اُس کی ربوبیت ہے۔ اپنی ساری وسعتوں کے باوجود آپ دیکھتے ہیں ایک مکھی ہے وہ کتنا سفر کرتی ہے کہاں کہاں جاتی ہے کون کون سے پھول سے رس لیتی ہے اور کیسے شہد بناتی ہے یہ اُس مکھی کو سکھاتا تو کوئی نہیں۔ یہ مکھیاں پالنے والے کہتے ہیں کہ اس مکھی کی اوسط عمر دو مہینے ہوتی ہے تو یہ تو جو وہ کام کرتی ہے کسی کو سکھانا پڑے تو دو سالوں میں بھی سکھایا نہیں جا سکتا کہ کونسے پھول سے رس کس طرح لینی ہے اُس میں کونسا مادہ ملانا ہے' کس طرح ڈھالنا پھر وہ شہد بنے گا۔ اس کا مطلب ہے شہد کی مکھی پیدا ہوتی ہے تو اُسے وہ سکھا دیتا ہے کہ شہد ایسے بنانا ہے وہ کام میں لگ جاتی ہے ۔ جانور کا بچہ پیدا ہوتا ہے اُسے پتہ ہے میری روزی ماں کے تھنوں میں ہے' وہ دودھ کی تلاش کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ مچھلی کا بچہ سمندر میں پیدا ہوتا ہے اور تیرنا شروع کر دیتا ہے۔ کون سکھاتا ہے اُسے تیرنا کیسے ہے' کون بتاتا ہے اُس چھوٹے سے بچے کو!

بلکہ میں ڈاکومنٹری دیکھ رہا تھا تو شتر مرغ کے انڈے سے بچہ نکلا اور وہ دو چار قدم چلا تو تھوڑی دور سے ایک جنگلی جانور گزر رہا تھا۔ تو وہ چھوٹا سا بچہ زمین پہ بیٹھ کے چھپ گیا' سر بھی نیچے کر لیا اکٹھا سمٹ کے بیٹھ گیا۔ تو وہ جو ڈاکومنٹری پیش کر رہا تھا وہ بھی اُس پہ تبصرہ کر رہا تھا کہ دیکھیں اس کی عمر دو منٹ ہے لیکن اسے کسی نے بتا دیا ہے کہ یہ تیرے لئے خطرہ ہے اور اس سے تجھے اس طرح چھپنا ہے۔ یہ سارا کیا ہے اُس کی ربوبیت کے مظہر ہیں اُس نے پالنا ہے مخلوق کو' پیدا کرنا ہے' پھر ہر ضرورت پوری کرنی ہے' جس علم کی ضرورت ہے اُسے عطا کر رہا ہے شیر کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو تین مہینے آنکھیں ہی نہیں کھولتا' اُسے خطرہ ہی کوئی نہیں ہے۔ بے فکر پڑا ہے جنگل میں۔ ہرنی کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو دوسرے لمحے ماں کے ساتھ بھاگ رہا ہوتا ہے' اُس کے لئے خطرہ ہے اُسے بھاگنا ہے۔ ہر ایک کو نہ صرف ان کی ضرورتیں پوری کیں بلکہ احساس ضرورت عطا کر دیا کہ تجھے اس

چیز کی ضرورت ہے۔ پھر تکمیل کے ذریعے اُسے سمجھا دیے کہ اس طرح تیری یہ ضرورت مکمل ہوگی۔ اتنی وسیع ربوبیت بھی اُس کی رحمت کا ایک شعبہ ہے کہ وہ رحیم ہے اور جنہیں رحمت الٰہی سے کوئی ذرہ نصیب ہو جاتا ہے وہ کتنے خوش نصیب لوگ ہوتے ہیں اور پھر اُس نے فرمادیا۔

وما ارسلنک الا رحمتہ اللعلمین. میرے حبیب ﷺ میں نے تجھے تمام جہانوں تمام کائنات کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا۔ اگر رحمت مجسم کر دی جائے' اللہ کریم معاف فرمائے بات میں انسانیت کی کر رہا ہوں' نبی کریم ﷺ افضل البشر خیر البشر بے مثل بے مثال مخلوق ہیں لیکن ہیں تو انسان۔ تو ساری رحمت الٰہی کو سمیٹ کر انسان بنا دیا جائے پھر بھی ہم محروم رہ جائیں تو اب اس کے بعد کیا ہوسکتا ہے!

ہماری طرح اللہ کا حبیب کھائے پیے' روزہ رکھے' نماز پڑھے' سجدہ کرے' گرمی سردی سے تحفظ کرے' جہاد کرے' ساری زندگی کے آداب عمل طور پر کر کے سکھائے اور ہم پھر بھی محروم رہ جائیں تو ہے کوئی بچنے کا سبب یا ہے کوئی جائے پناہ! یعنی اللہ کی طرف سے تو عطا کی حد ہوگئی اُس کے شایان شان ہے کہ اتنی عطا کرے یہ اُس کو زیب دیتا ہے۔ اُس نے ساری رحمت' ربوبیت بھی رحمت کا ایک شعبہ ہے اور اُس نے ساری رحمت مجسم کر دی اب حق تو یہ ہے کہ الفت پیامبر ﷺ کو دل و جاں میں سمو لیا جائے' دل و جان مٹ جائیں اور ہر جگہ محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت رہ جائے۔ لیکن شاید ہمیں نہ اپنا احساس ہے کہ ہم کیا ہیں نہ زندگی کی قیمت کا اندازہ ہے کہ یہ لمحات کتنے قیمتی ہیں اور شاید یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ ہمیں عظمت رسول ﷺ کا اندازہ نہیں ہے ہم کافروں جیسا نظر آنے میں فخر محسوس کرتے ہیں' ہم اپنے آپ کو بدمعاش کہلوا کر خوش ہوتے ہیں' ہم اپنے آپ کو زبردست کہلوا کر خوش ہوتے ہیں' ہم ساری زندگی اپنی تعریف لوگوں سے سننا چاہتے ہیں' کمال بات ہے کتنی ہم اپنی حیثیت کو بھول جاتے ہیں' ہم چاہتے ہیں لوگ ہماری تعریف کریں' بھئی! ہم کیا ہیں' تعریف تو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی ہے اُس کی عطا کی ہے اُس کے کرم کی ہے' بات تو وہاں کی ہے۔

ملک یوم الدین فرمایا وہ ایسا بادشاہ ہے کہ اُس نے ایک عالم بنا دیا۔ پھر اُس میں بادشاہ و سلاطین و امراء آئے پھر ہر ایک نے اپنی بادشاہی کا دعویٰ کیا پھر بعض بدبختوں نے خدا ہونے کا دعویٰ کر دیا بعض بے نصیبوں نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر دیا' انہوں نے یہی سمجھا کہ یہ اللہ کا تصور اور دین یہ سارا شاید فراڈ اور کھیل ہی ہے اور چلو ہم بھی نام کے ساتھ نبی لگالیں اور ہم بھی موج کریں' لیکن ایک دن ایسا آنے والا ہے جب وہ پوچھے گا لمن الملک الیوم. آج کوئی بتاؤ حکومت کس کی ہے' کون ہے بادشاہ حقیقی' کس کے لئے ہے بادشاہت اور ساری دنیا میں اول آنے والے انسان سے آخر تک آنے والا جنات' حیوانات چرند پرند ہر چیز حاضر ہوگی' ساری مخلوق حاضر ہوگی' کوئی دم نہیں مارے گا' پھر خود ہی جواب دے گا۔

للہ الواحد القھار. حکومت اللہ کی ہے کوئی جھوٹا دعویٰ بھی نہیں کرے گا۔ فرمایا مالک یوم الدین. اے اللہ! میں تجھے جانتا ہوں تو ہی مالک ہے اُس دن کا جس دن سب بادشاہیاں نابود ہوں گی' صرف تیری بادشاہی ہوگی۔ جس دن یہ پتہ چلے گا کہ حکومت کس کی ہے اور کس کو سزاوار ہے۔ اب جب یہاں پہنچتا ہے تو انداز دیکھیں اللہ نے یہ سورت تعلیم فرمائی اور شیطان اس لئے روتا تھا کہ جب قاری یہاں پہنچتا ہے اللہ کی حمد بیان کی' اُسے رب العالمین مانا' رحمٰن و رحیم مانا' ملک یوم الدین مانا تو اُسے احساس ہوتا ہے کہ اس میں میں اکیلا تو نہیں ہوں۔ تو اللہ کے بڑے برگزیدہ بندے' اس

میں فرشتے شامل ہیں' اس میں انبیاء ورُسل شامل ہیں اس میں اصحاب کبار شامل ہیں' اس میں اولیاء اللہ شامل ہیں اس میں علماحق شامل ہیں اس میں حفاظ وقراء شامل ہیں اس میں علما شامل ہیں' تو خود کو اُن میں سمو دیتا ہے' کہتا ہے۔

ایاک نعبدُ. اب تک اکیلا بات کر رہا تھا' اب کہتا ہے ہم سب تیری ہی عبادت کرتے ہیں یعنی خود کو اس زمرے میں لے گیا جو اللہ کے بندے تھے اور یہ طریقہ خود اُس نے بندے کو تعلیم فرمایا۔ اکیلا بات کر رہا تھا ساری تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے جو رحمٰن ہے جو رحیم ہے جو یوم جزا کا مالک وشہنشاہ ہے' یہاں آ کر دیکھتا ہے تو اُس کی بارگاہ تو بھری ہوئی ہے اُس کے بندوں سے اُس کے فرشتوں سے اُس کے پیامبروں سے' صحابہ کرام سے' اولیاء کبار سے' علمائے حق سے' خود کو اُن میں سمو لیتا ہے' کہتا ہے ایاک. ہم سب تیری ہی عبادت کرتے ہیں' اس میں یہ بھی سبق ہے کہ خود کو اللہ کے بندوں میں شامل کرو' نیکوں کے ساتھ شامل ہو جاؤ' ہم سب تیری ہی عبادت کرتے ہیں وایاک نستعین. اور ہم سب تجھی سے مدد کے طلبگار ہیں۔......

ایک دفعہ ایک بڑی چٹان بارود سے اڑائی گئی تو اس میں سے ایک اتنا سا پتھر کا گیند نکلا اُس گیند کو توڑا گیا تو اُس میں اڑنے والی ایک مخلوق تھی چھوٹی چھوٹی جو یہ اڑتی پھرتی ہوتی ہیں۔ تو نیلے رنگ کی اور اتنا چھوٹا سا دائرہ اُس کے لئے درمیان میں خالی تھا زندہ بھی تھی' چل پھر بھی رہی تھی' کھا پی بھی رہی تھی' پتہ نہیں نوے فٹ ایک چٹان کے اندر پھر اب آگے سے پھر اُس میں بند کر کے اُسے پیدا بھی کیا اُسے روزی بھی دے رہا ہے' میرا مشاہدہ ہے۔ کنواں موجود ہے ابھی اور مجھے افسوس ہو رہا ہے کہ وہ پتھر کھو گیا کہیں وہ تو رکھنے کے لائق تھا اور اُس میں درمیان میں وہ اس طرح دو ٹکڑے ہوئے درمیان میں اتنی جگہ تھوڑی تھوڑی خالی تھی کوئی ایک موٹے روپے کے برابر۔ اُس کی روزی کوئی نہیں روک سکا تیری یہاں بیٹھ کے کس نے روک لی!

تو اصل بات یہ ہے کہ ہم اُس کی عظمت کو پہچان ہی نہیں سکے۔ اگر بھوکا رکھ کے خوش ہے تو بھوکا رکھے۔ ہم کمزور ہیں ہم دعا کریں گے یا اللہ مجھ میں بھوکا رہنے کی ہمت نہیں مجھے روزی دے یہ تو ہمارا حق ہے اس پہ تو وہ خوش ہوتا ہے' ہم بیٹھ جائیں کہ جی اللہ نے تو دی تھی کسی نے راستے میں روک دی' یہ ایمان مسلمان کا نہیں' ہندوؤں کا عقیدہ ہے۔

ایاک نعبُد. اکیلا کھڑا تھا بندہ' بات کر رہا تھا اللہ سے' جب اُس کی بارگاہ اور اُس کا دربار کھلا تو اُس نے دیکھا کہ میں اکیلا تو نہیں ہوں یہاں تو آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے لیکر آج تک کی مخلوق حاضر ہے یہاں تو شجر و حجر حاضر ہیں یہاں تو جن وانس حاضر ہیں' یہاں تو انبیاء ورُسل حاضر ہیں' یہاں تو فرشتے سجدہ ریز ہیں خود کو بھی شامل کرتا ہے۔ ہم سب تیری ہی عبادت کرتے ہیں' کیا خوبصورت انداز ہے!

وایاک نستعین. اپنی ساری ضرورتوں کی تکمیل تجھی سے چاہتے ہیں یوں تو ساری ضرورتیں بہت ضروری ہیں یا اللہ' روزی کے لئے بھوک لگتی ہے' پینے کے لئے پیاس لگتی ہے' بچوں سے پیار ہے' بیوی سے پیار ہے' خاندان سے پیار ہے' ماں باپ سے الفت ہے' دوستوں سے محبت ہے' زندگی آرام سے اور خوبصورت گزارنا چاہتے ہیں لیکن ایک چیز بہت قیمتی ہے پھر وہ مانگتا ہے' کہتا ہے اھد نا الصراط المستقیم۔ کہ اللہ مجھے سیدھا راستہ دکھا۔ یہ سب سے زیادہ قیمتی ہے' فرمایا اُس کے باقی سارے زندگی کے مسائل تو ساتھ ہیں اور ایک ہجوم عاشقاں میں شامل ہو گیا ہے اکیلا نہیں ہے۔ ہجوم

عاشقاں میں ہے اور کہتا ہے اللہ مجھے سیدھے راستے پہ ہی رکھنا۔ اس طرح تیری بارگاہ میں حاضر ہوں کہیں کوئی غلط راستے پہ میرے قدم نہ اُٹھ جائیں۔

صراط الذین انعمت علیھم ۔ اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔ وہاں جو سارے ہیں وہ تو وہ لوگ ہیں جن پر اُس نے انعام کیا' کہتا ہے انہی کے ساتھ مجھے رکھنا' یا اللہ یہی جو تیرے انعام یافتہ لوگ ہیں انہی کے راستے پہ مجھے ثابت قدم رکھنا۔ چونکہ میں بھی دار دنیا میں ہوں میں ابھی نفس اور شیطان کے اس نرغے میں ہوں کہیں اس راستے سے بھٹک نہ جاؤ کہیں ان لوگوں سے الگ نہ ہو جاؤں' کہیں اس بارگاہ کا دروازہ مجھ پر بند نہ ہو جائے۔ اب اُن سے پوچھو جو نماز پڑھتے ہی نہیں' کس شیخی پہ نہیں پڑھتے۔ میرا مسلک یہاں بھی جداگانہ ہے لوگ کہتے ہیں لوگ نماز نہیں پڑھتے میں کہتا ہوں اللہ انہیں پڑھنے کی توفیق ہی نہیں دیتا وہ اُن سے ناراض ہے اُنہیں اپنے بندوں میں کھڑا نہیں ہونے دیتا۔ میرا مسلک یہ ہے کہ جو لوگ نماز ادا نہیں کرتے اللہ اُن سے ناراض ہے' انہیں اپنے بندوں میں کھڑا ہونے کی اور اپنے ساتھ بات کرنے کی توفیق نہیں دے رہا' انہیں توبہ کرنی چاہئے معافی مانگنی چاہئے استغفار پڑھنا چاہئے کہ وہ توفیق دے اس لئے کہ بندے کی ضرورت ہے' اللہ کی بارگاہ کی حضوری! اللہ کو کسی سے کیا غرض ہے اُسے تو کسی سے غرض نہیں ہے۔

صراط الذین انعمت علیھم اُن لوگوں کے ساتھ رکھ ہمیں جن پہ تو نے انعام کیا۔

غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ۔ یا اللہ دو طرح کے لوگوں میں مت لے جا ایک مغضوب اور ایک ضالین۔ مغضوب وہ ہیں جنہوں نے اللہ کے رسولوں سے دشمنی کی' اللہ کی ذات کا اور اُس کے نبی کا انکار کر دیا یہ وہ ہیں جو اللہ کے غضب کے مارے ہوئے ہیں۔ واضح کفر جنہوں نے اختیار کیا وہ غضب کے مارے ہوئے لوگ ہیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں نبی کو مانتے ہیں جیسے یہود و نصاریٰ اپنے دین دار ہونے کے دعوے دار ہیں لیکن یہودی کہتے ہیں۔ عزیر ابن اللہ' عیسائی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے تھے یعنی اپنی مرضی سے دین بنالیا اور اُس پہ عمل کر کے خود کو دین دار سمجھتے ہیں فرمایا یہ گمراہ لوگ ہیں۔ اے اللہ! مجھے اُن سے بھی جو سیدھے اللہ اور اللہ کے رسول سے دشمنی کرتے ہیں اور اُن سے بھی بچانا جو دین اپنی طرف سے گھڑ لیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے دونوں سے بچانا یہ گمراہ ہیں اور وہ مغضوب ہیں۔ آمین۔ اے اللہ! میری گزارش قبول فرمانا۔

و آخر دعونا ان الحمدللّٰہ رب العٰلمین

صلائے عام

احباب نے "حیاتِ طیبہ" (حصہ اول) پڑھ کر مختلف آرا بھجوائی ہیں۔ اس حسرت کا اظہار بھی کیا جا رہا ہے کہ کچھ قیمتی معلومات ابھی تک سینوں میں پوشیدہ ہیں جو تاریخ کے سپرد کی جانی چاہئے تھیں۔ یہ اثاثہ سلسلہ عالیہ کی امانت ہے جس کی ادائیگی کے لئے اپنے الفاظ میں تحریر کر کے ہمیں روانہ فرمائیں۔ خطوط کی فوٹو کاپیاں ارسال فرمائیں کیسٹ ہوں تو کاپی بھیج دیں۔ ضلعی امرا اور مجازین اس کار خیر کے لئے ساتھیوں کو بار بار یاد دہانی کروائیں۔ کوئی ساتھی اگر لکھنے سے قاصر ہو تو ہمیں مطلع فرمائیں ہم خود آپ سے رابطہ کر کے حاضر ہوں گے۔

حیاتِ طیبہ (اوّل) سے متعلق اپنی آرا بھی ارسال فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں نظر ثانی کی جائے۔

برائے رابطہ ••• ابوالاحمدین' حافظ غلام قادری' دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

سوال و جواب

12 جولائی 2005ء کو سالکین کی طرف سے پوچھے گئے سوالات کے امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان نے جو جوابات ارشاد فرمائے - پیش خدمت ہیں۔

☆ امیر محمد اکرم اعوان ☆
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 12-07-2005

سوال:- کیا درود شریف کے لئے وضو شرط ہے وضاحت فرمائیں؟

الحمد للّٰہ رب العٰلمین. والصلوۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ مُحمد اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین.

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰنِ الرجیم.

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

جواب:- وضو فرض ہے نماز کے واسطے، وضو خود فرض نہیں ہے۔ وضو بجائے خود فرض نہیں ہے، وضو نماز کے واسطے سے فرض ہے اور نماز کے لئے وضو فرض ہے۔ نماز کے علاوہ طہارت کافی ہے جب کوئی ضرورت حوائج ضروریہ کے لئے جاتا ہے تو پانی سے طہارت کر لے وہ کافی ہے۔ ہر وقت باوضو رہنا نہ کسی کے بس کی بات ہے اور نہ اللہ نے کوئی ایسی تکلیف دی ہے۔ جب مسجد قبا کے لوگوں کی بات ہوئی اور یہ آیت کریمہ انہی کے بارے نازل ہوئی واللّٰہ یحب المطھرین. اللہ پاکیزہ لوگوں کو پسند فرماتا ہے تو نبی کریم ﷺ نے اُمت کی تعلیم کے لئے اُن پر سوال کیا کہ یہ اللہ نے آپ کی تعریف کی ہے آپ لوگوں کی اور آپ کو پسند کیا اور فرمایا یہ لوگ مطہرین ہیں۔ تو کونسا عمل کرتے ہو کہ اللہ کو آپ کی ادا پسند ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب ہم کبھی بھی حوائج ضروریہ کے لئے جاتے ہیں تو پانی سے طہارت کرتے ہیں۔

لہذا طہارت کافی ہے۔ کسی بھی وظیفے یا زبانی قرآن شریف زبانی پڑھنے کے لئے بھی وضو شرط نہیں ہے۔ باوضو ہونا بجائے خود ایک عبادت ہے کوئی شخص جتنی دیر باوضو رہے گا یہ بجائے خود ایک عبادت ہے لیکن فرض صرف نماز کے لئے ہے جب نماز فرض کا وقت آتا ہے نماز فرض ہوتی ہے تو نماز کے لئے وضو بھی فرض ہو جاتا ہے، کپڑوں کا پاک ہونا بھی فرض ہو جاتا ہے پھر وضو کی تلاش بھی فرض ہو جاتی ہے لیکن یہ ساری چیزیں بالواسطہ فرض ہیں۔ جب نماز فرض ہوتی ہے وضو فرض ہو جاتا ہے اس کے علاوہ وضو فرض نہیں ہے اور ہاں یہ ضرور ہے کہ کم از کم طہارت ضرور کی جائے۔ پانی سے طہارت نہ کی جائے تو آپ کاغذ سے کرتے ہیں مٹی کے ڈھیلے سے کرتے ہیں تو اُس میں احتمال ہوتا ہے کہ نجاست کا کوئی ذرہ کہیں لگا رہے گا۔ یا کوئی جگہ ناپاک رہ جائے گی تو پانی سے طہارت کر لی جائے تو اُس میں ناپاکی کا احتمال نہیں رہتا اور آدمی طاہر ہو جاتا ہے۔

سوال:- سلسلہ چشتیہ والے سماع اور قوالی کے قائل ہیں اس

کے بارے میں کیا شریعت اجازت دیتی ہے؟

جواب :- یہ اُن سے پوچھنا چاہئے تھا۔ یہ کام کوئی اور کرتا ہے اور پوچھنے کسی اور سے جاتے ہیں یہ تو ایک عجیب بات ہے! جو کرتے ہیں اُن کے پاس جاؤ اُن کے پاس کوئی دلیل ہوگی اگر نعت خوانی یا بامعنی اشعار یا اچھے شعر بغیر ساز وغیرہ کے پڑھے جائیں تو یہ تو نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں بھی ثابت ہے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ وغیرہ یا دوسرے شعرا آپ ﷺ کی محفل میں بھی آپؐ کے نعتیہ اشعار یا مدح کے اشعار یا کفار کی ہجو بھی کی جاتی تھی بلکہ حضور ﷺ نے حکم دیا تھا کہ ان کی ہجو لکھو۔ تو اُس میں تو کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آگے یہ جو ساتھ ساز وغیرہ ملا لیتے ہیں اُن کے پاس ہوگی کوئی دلیل۔ ہمارے ہاں یہ ہے نہیں تو ہمیں اس میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ جب حقائق رخصت ہو جاتے ہیں تو رسومات رہ جاتی ہیں تو اصل مسئلہ یہ نہیں کہ یہ سماع جائز ہے یا جائز نہیں' قوالی جائز ہے یا جائز نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ بہت کم لوگ ایسے رہ گئے ہیں جو قلبی کیفیات کے حامل ہوں یا اُن میں اتنی قوت ہو کہ دوسرے میں بھی منتقل کر سکیں جب وہ چیزیں جو اصل ہیں نہیں رہتیں تو رسومات اور رواجات' شعر و شاعری میں اور اس ساز آواز میں ایک کیفیت تو ہوتا ہے۔ چلو کسی طرح تو لوگوں کو مصروف رکھا جائے۔ بہر حال یہ ہمارا مسئلہ نہیں ہے۔

سوال :- مراقبہ "موتو" میں سالک کی روح جنت تک پہنچ جاتی ہے اور انعامات کا مشاہدہ کرتی ہے جبکہ قرآن مجید میں ہے کہ اللہ نے متقین کے لئے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں اور نہ کسی دل میں خیال آیا ہے؟

جواب :- میرے بھائی! پہلی بات تو یہ ہے کہ مجھے بھی پنتالیس سال ہو گئے ہیں مراقبہ موتو کرتے ہوئے اور میری عادت ہے کہ میں جب بھی اکیلے میں ذکر کرتا ہوں یا کراتا بھی ہوں تو اپنا آخری مراقبہ کرتا رہتا ہوں۔ ہم نے تو کبھی کوئی ایسی جنت نہیں دیکھی یہ کون ہے مراقبے والا جس نے جنت کو دیکھا ہے اور اگر روح مشاہدہ کرتی ہے تو بالکل سرسری سا مشاہدہ ہوتا ہے تو اُس میں کیا پتہ چلتا ہے کہ جنت کیا شے ہے۔ روح کا مشاہدہ اور بدن اور روح کا استعمال کرنا شاید آپ کو اس میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ ایک چیز کا مشاہدہ روح کرتی ہے پھر اُس کی تصدیق تو نہیں ہو سکتی۔ یہ تو نہیں ہوتا کہ وہ ساری چیزیں دیکھ رہی ہے۔ پُل صراط یا عرصہ محشر یا باب الجنتہ یا حور مقصور فی الخیام۔ ایک خاص خیمہ کوئی نظر آ گیا تو اُس سے آپ نے کیسے قیاس کر لیا کہ جنت یہی کچھ ہے پھر صرف روح کا مشاہدہ کرنا اور جسم و روح کامل کر وہاں رہنا بسنا شاید اس میں تھوڑا سا فرق ہوگا۔ تو آپ نے یہ خیال نہیں کیا ویسے آپ اگر چاہیں تو یہ مراقبہ نہ کیا کریں کوئی فرق نہیں ہے۔ آپ ایک ہی بار جا کے دیکھ لیجئے۔ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ آپ یہ مراقبہ کریں بلکہ میں نے تو یہ کرانا ہی چھوڑ دیا ہے چونکہ لوگوں میں استعداد ہی نہیں رہی سمجھ ہی نہیں رہی۔ اب تو ایسے مراقبات کرائے جائیں تو ڈر لگتا ہے لوگ گمراہ نہ ہوں۔ میں نے اس لئے کرانا ہی چھوڑ دیا ہے اور اس لئے چھوڑ دیا ہے کہ آپ کا شعور اتنا ہے کہ مراقبات کرنا کچھ اور معنی رکھتا ہے اور وجود اور روح کے ساتھ وہاں رہنا بسنا اور معنی رکھتا ہے۔ آپ مراقبے میں یہاں سے مسجد نبوی ﷺ دیکھ تو لیتے ہیں لیکن مسجد نبوی ﷺ میں جا کر نمازیں ادا کرنا اور مراقبے میں دیکھنے میں کوئی فرق ہے' وہی فاصلے ہوتے ہیں مراقبے میں آپ روز سیر کعبہ کرتے ہیں کیا آپ کا عمرہ یا حج ادا ہو جاتا ہے؟

سمجھ نہیں آتی کہ کیسے کیسے سوال آپ کو سوجھتے ہیں اور کیوں سوجھتے ہیں اور یکسو ہو کر اللہ کا ذکر کیوں نہیں کرتے اور اس طرح کی نیم مینخ

کیوں نکالتے ہیں۔ پچیس برس گزرے حضرت رحمتہ اللہ کی جوتیوں میں۔ پچیس برسوں میں کوئی سوال پیدا نہیں ہوا۔
جو حضرت نے بتا دیا اُس پر ڈٹ گئے اور اُس پہ محنت کرتے رہے۔ میری سمجھ کے مطابق آپ لوگ محنت کم کرتے ہیں۔ دو چار دن یہاں آئے تب تو لگے رہے۔ یہاں سے نکلے فرصت ملی ذکر کرلیا نہ ملی نہ کیا تو جب محنت نہ کی جائے یا یکسو ہو کر کام نہ کیا جائے تو پھر زیادہ سوال اور زیادہ وساوس اور اس طرح کی باتیں زیادہ سوجھتی ہیں۔ تو میرے بھائی! یہ چیز سمجھنے سمجھانے کی نہیں ہے۔ سمجھ سے اور سمجھانے سے کیفیات کا پتہ نہیں چلتا۔ کیفیات وارد ہوتی ہیں تو جس دل پہ وارد ہوتی ہیں صرف وہ محسوس کرتا ہے کہ اس کیفیت کی حالت کیا ہے آپ جسم کی کیفیات آپ وجود کی کیفیات دیکھ لیں' غم اور خوشی دل پہ وارد ہوتی ہیں ظاہری طور پر کسی کو دکھ نہ پہنچے تو اُسے کیا پتہ چلتا ہے غم کیا ہوتا ہے کسی کو کوئی چیز میسر نہ ہو تو اُسے خوشی ہو تو کیا پتہ چلتا ہے کہ خوشی کیا ہے۔ جسمانی کیفیات بھوک پیاس وغیرہ کو دیکھ لیں غصے کو دیکھیں اور بھوک کسی کو بھوکا رکھو پھر سمجھ آ جائے گی بھوک کیا ہوتی ہے ورنہ لاکھ کتابیں لکھ کر بتا دو یہ بھوک ہے یہ بھوک ہے سمجھ نہیں آتی کسی کو پیاسا رکھو تو اُسے سمجھ آ جاتی ہے پیاس کیا ہوتی ہے۔ کیفیت ہے نا جو جسم پہ وارد ہوئی جو کیفیات روح پہ اور قلب پہ وارد ہوتی ہیں روح اس سے زیادہ حساس اور زیادہ نازک ہوتی ہے' اور اُن پہ سوال جواب اور بحث و تمحیص سے تو کچھ حاصل نہیں ہوتا اور جب نصیب ہوتی ہے تو پھر خود تفصیل بھی سمجھ آنے لگ جاتی ہے۔ بہر حال یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ اگر پوری دنیا کی حکومت بھی مل جائے تو وہ ایک لطیفہ قلب کی قیمت ادا نہیں کرسکتا کہ وہ فانی ہے اُسے چلے جانا ہے اور حکمران بھی دنیا کی ساری نعمتیں استعمال نہیں کرسکتے۔ وہ ایسا بے نیاز ہے کہ جن کو غربت دیتا ہے وہ لکڑیاں بھی کھا جاتے ہیں اور جن کو دولت دیتا ہے وہ کھانا بھی نہیں کھا سکتے۔ کروڑ پتی لوگ ہوتے ہیں اور جو اور چنے کھا کر وقت گزارتے ہیں اُس کا اپنا ایک نظام ہے دنیا کی ساری چیزوں کی حیثیت ایسی ہی ہے بلکہ حدیث شریف میں ہے کہ اگر ایک مچھر کے پر کے برابر بھی دنیا کی ساری نعمتوں کی قیمت اللہ کے نزدیک ہوتی تو کافر کو تو کوئی چیز دنیا کی دیتا ہی نہیں پانی کا گھونٹ بھی نہ دیتا۔ دنیا تو ایسی چیز ہے جو اللہ کافروں کو بھی دے دیتا ہے۔ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔
لیکن یہ کیفیات جو قلب اطہر محمد رسول اللہ ﷺ سے نصیب ہوتی ہیں۔ ان کا ایک ذرہ بھی نصیب ہو جائے پوری دنیا کی حکومت سے قیمتی ہے۔ تو آپ جتنی کاوش یہ اُلٹ پلٹ سوال سوچنے میں کرتے ہیں اتنی محنت اس کے حصول میں کیجئے۔ ان سوالوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے یہ وہم ہے۔ جو کام سے روکنے کے لئے شیاطین ڈالتے ہیں۔ کہ چلو کوئی وہم تو ڈال دو۔ اتنی دیر جتنی دیر سوچے گا اتنی دیر تو اللہ اللہ نہیں کرے گا۔ تو اس قسم کے فضول سوالوں میں وقت ضائع نہ کیا کریں۔ یہ نہیں کہ مجھے اس سے کوئی بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ میرا کیا ہے بھائی میں تو جو سمجھ میں آتا ہے جواب دے دیتا ہوں لیکن آپ یہ خیال کیجئے کہ اس طرح کے اوہام آپ کی کیفیات کو اور دل کی حالت کو کتنا نقصان پہنچا رہے ہیں' تو یکسو ہو کر محنت کیجئے۔
ارکان صلوٰۃ کی ادائیگی کیسے ہے' طریقہ نماز کیسے ہے' وضو کرنے کا طریقہ کیا ہے یہ بنیادی باتیں ہیں جو آدمی ساری عمر نماز پڑھتا رہتا ہے اور اُسے یہ آتی نہیں ہوتیں۔ آپ کسی مسجد میں بیٹھ کر دیکھ لیں تو ہر آدمی مختلف انداز سے وضو کر رہا ہوتا ہے۔ طریقہ وضو ہی نہیں آتا۔ ہاتھ منہ دھویا' پانی کے چھینٹے اُڑائے اور وضو کرلیا۔ نماز کی ادائیگی اور ارکان کا پورا پورا ادا کرنا اور اُس کا دھیان رکھنا پتہ ہی نہیں ہوتا ان چیزوں کا تو آپ کے یہ ہشت روزہ اور سہ ہفتہ اور پانچ ہفتہ

المرشد سے انتخاب
قربانی کی حقیقت

اب تو تہذیب جدید آ گئی اب لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جتنے جانور ذبح ہوتے ہیں۔ یہ سارے پیسے جمع کر لئے جائیں تو بہت سی یونیورسٹیاں کھل سکتی ہیں، بڑی سڑکیں بن سکتی ہیں، نہریں کھودی جا سکتی ہیں اور بہت سے کام ہو سکتے ہیں، لیکن کیا وہ یونیورسٹیاں، وہ نہریں، وہ سڑکیں یہ درد دیں گی جو قربانی کر کے نصیب ہوتا ہے؟ ارے آپ کی یونیورسٹیوں نے تو لوگوں کو اخلاق باختہ کر دیا۔ آپ کی تہذیب نے تو لوگوں کا سکون چھین لیا۔ آپ کی اس جدید مغربیت نے اور جدید تہذیب جس پہ دنیا فریفتہ ہے۔ اس نے تو لوگوں سے آبرو تک چھین لی۔ اس نئی روشنی سے آدمی کے پاس بچا کیا۔ وہ جو دل جلے نے کہا تھا۔ کہ اندھیرا ہو رہا ہے بجلی کی روشنی میں۔ ☆☆☆......

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دار العرفان منارہ، ضلع چکوال 14-02-2003

بسم اللہ الرحمن الرحیمo

اَلحَمدُلِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَo الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِo مٰلِکِ یومِ الدِّینِo اللہ اکبر. اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد. اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد. اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وَلِلّٰہِ الحَمدo

دین اسلام میں رب العالمین نے دو عیدیں مقرر فرمائی ہیں جنہیں عیدین کہا جاتا ہے۔ ایک تہوار رمضان المبارک کے خاتمے پر اُس رب جلیل کا شکر ادا کرنے پر منعقد ہوتا ہے۔ جس کے لئے قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

وَلِتُکمِلُوا العدۃ ولتکبرو اللہ علیٰ ماھد کُم لعلکم تشکرون.

جب تم رمضان کی گنتی پوری کر چکو تو اللہ کی بڑائی بیان کرو۔ اُس کا شکر ادا کرو۔ اور اس بات پہ شکر ادا کرو کہ اُس نے تمہیں ہدایت نصیب فرمائی۔ ایمان کی دولت سے مالا مال فرمایا۔ اور اپنی رضا کی خاطر تمہیں رمضان المبارک کی برکات سے مستفید ہونے کا موقع نصیب فرمایا۔ تمہارا یہ اظہارِ تشکر اور اللہ کی کبریائی کا اعلان تمہیں اُس کے شکر گزار بندوں میں شامل کر دے گا۔ لَعَلَّکُم تشکرون۔ تاکہ تم شکر ادا کرنے والے کہلاؤ۔ قرآن حکیم جس جملے سے شروع ہوتا ہے وہ جملہ ہی بڑا عجیب ہے۔

اَلحَمدُلِلّٰہِ رَبِّ العالمینo اَلحَمد سے مراد ہر طرح کی بھلائی، ہر خوبی، ہر کمال، ہر اچھائی لِلّٰہِ۔ صرف اللہ کے لئے ہے۔ اگر ہیرے میں چمک ہے۔ اُس کی عطا کی ہے۔ سونے کی قیمت ہے، تو اُسے قیمت اُس اللہ نے بخشی ہے۔ کسی کے پاس مال ہے، صحت ہے، حکومت ہے، دولت ہے، تو جو کچھ بھی ہے جو بھی کمال ہے، وہ اُس کا عطا کردہ ہے اور وہ جب چاہے واپس لے سکتا ہے۔ بڑا دیدہ بینا ہے۔ کسی کے پاس ہم دیکھتے ہیں کہ وہی بندہ آنکھوں سے محروم دیواریں پکڑ کر چل رہا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اُس کا اپنا نہیں ہے۔ دینے والے کی عطا ہے۔ اُس نے دیا۔ جب چاہا واپس لے لیا بندے کے پاس طاقت ہوتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ تو دنیا کو اُلٹ دے گا۔ ایک وقت آتا ہے کہ وہ خود کو اٹھا نہیں سکتا۔ زندہ بھی ہوتا ہے لیکن اپنا وجود اٹھا کر چلنے میں محتاج ہوتا ہے۔ زندگی ہی کھو بیٹھتا ہے اور اُس کا وجود اٹھانے کے لئے دوسروں کی ضرورت پڑتی ہے۔ تو کوئی خوبی، کوئی کمال، جہاں نظر آتا ہے یہ اُس کا عطا کردہ ہے یہ الگ بات ہے کہ جس پر اُس نے مہربانی کی وہ اُس کا شکر ادا کرتا ہے یا نہیں۔ اگر ادا نہیں کرتا تو وہ بھی اُس کی ذات کے سامنے جوابدہ ہے اور اُس کے لئے اُس نے ایک معین وقت رکھا ہے۔ دنیا میں وہ رحمٰن ہے۔ رب العالمین ہے۔ تمام کائنات میں ایک تنکے سے لیکر ایک مچھر یا مکھی تک بڑی سے بڑی مخلوق تک اُس کی عطا کی محتاج ہے۔ سب کو وہ دیتا ہے لیکن اُس نے ایک وقت رکھا ہے۔ اقتدار و اختیار بھی ہے۔ لوگوں کے پاس طاقت اور

کورسز جو ہیں یہ اس لئے بنائے گئے ہیں کہ ان بنیادی باتوں سے تو کم از کم بندے کو واقفیت ہو جائے اور جو ادا کرتا ہے وہ ظاہری طور پر تو سنت کے مطابق پوری محنت سے ارکان ادا کرے اور اللہ قلبی کیفیات بھی عطا کرنے والا ہے اور کوشش کریں کہ قلبی اور روحانی طور پر بھی حضوری سے الفاظ ادا کریں۔

یہ تھوڑا سا وقت ہوتا ہے آپ کے پاس ان کاموں میں لگایئے۔ محنت کیجئے' جاننے کے لئے اور سمجھنے کے لئے سوال ضروری ہوتا ہے اگر بندہ سوال نہ کرے تو اُسے سمجھ کیسے آئے گی لیکن ان سوالوں میں کوئی معقولیت نہیں ہے۔ تو بھی سائل کو ایک گونہ تسلی تو ہوگئی' جواب تو ہوگیا۔ سوال کرنا بے شک چاہئے۔ پوچھنے سے ہی ہمیں بعض باتوں کا پتہ چلتا ہے اور شعور آتا ہے اچھی بات ہے ضرور پوچھا کیجئے لیکن یہ میری گزارش یاد رکھیے کہ سوال وہم نہ بن جائیں اور ان پہ وقت ضائع نہ کیجئے ان کا ایک خاصہ یہ ہوتا ہے کہ یہ ذہن میں چپک کے رہ جاتے ہیں اور آدمی کا جو وقت اُس میں اُدھر مراقبات میں یا توجہ میں لگانا تھا وہ اِدھر اُدھر سوچوں میں گزر جاتا ہے اللہ توفیق عمل عطا فرمائے۔

اب پچھلے جمعے پہ ایک ساتھی نے ہمارے ساتھ یہاں جمعہ ادا کیا اور کل وہ فوت ہوگیا۔ زندگی کا کیا ہے کوئی لمحہ بھی آخری لمحہ ثابت ہو سکتا ہے اس لئے اپنی توجہ مقصد پر مرکوز رکھیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے عد نفسک من اھل القبور. اپنے آپ کو اہل قبر میں سے سمجھو۔ اور اس بات کو مدنظر رکھ کر اُن امور کو سوچو جو تمہیں وہاں پیش آنے والے ہیں۔ اللہ کریم مہربانی فرمائے۔ ہمت دے توفیق دے اور قبول فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العٰلمین

☆☆☆

زلزلہ کے متاثرین ہماری مدد کے منتظر ہیں

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کی زیرنگرانی قائم ہونے والی تنظیم الاخوان اور الفلاح فاؤنڈیشن کا بنیادی مقصد فرد کی اصلاح اور تربیت کے ساتھ ساتھ انسانی حقوق کی بحالی کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا ہے۔ الحمدللہ! اپنے دائرہ اختیار میں یہ عظیم کار خیر جاری ہے مگر مقصد چونکہ رب العالمین کی خوشنودی اور رضا ہے اس لئے میڈیا یا دیگر ذرائع سے غیر ضروری اشتہار وغیرہ سے حتی الامکان اجتناب رکھا جاتا ہے۔ موجودہ صورت حال میں جب زلزلہ کی تباہ کاریوں کے باعث اللہ کی مخلوق کو ہماری مدد کی اشد ضرورت ہے اللہ کے فضل سے الاخوان اور شمالی علاقہ جات میں قائم "الفلاح فاؤنڈیشن" اپنے تمام تر وسائل کے ساتھ پوری طرح سرگرداں ہے۔ ہر شخص اس کا مکلّف ہے جو کچھ کسی کے بس میں ہے ضرور کرنا چاہئے۔ اس سلسلہ میں زلزلہ کے فوراً بعد مرکزی کیمپ "مانسہرہ" میں قائم کر دیا گیا ہے۔ ساتھیوں سے گزارش ہے کہ درج ذیل فون نمبر 0333-5424712 پر رابطہ کر کے اس عظیم کار خیر میں شمولیت کی سعادت حاصل کریں۔

امدادی کارروائیوں کے بعد اب تعمیر نو کا مرحلہ درپیش ہے جس کے لئے افراد کی سخت ضرورت ہے

قوت بھی ہے۔ علم بھی ہے۔ بڑے بڑے جدید علوم ہیں لیکن یہ سب کیا ہیں؟ کیا علوم جدیدہ نے کوئی چیز تخلیق فرمائی' ہرگز نہیں۔ وہ اکیلا خالق ہے اور تمام جدید علوم بھی اُس کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو آمیز مختلف نسبتوں سے کرتے ہیں۔ چند چیزوں کو ملاتے ہیں ایک نئی چیز بن جاتی ہے۔ کوئی نئی چیز تخلیق' کوئی نہیں کرتا۔ وہ اکیلا خالق ہے۔ جنہیں ہم ایجادات کہتے ہیں یا ہم سمجھتے ہیں کہ فلاں شخص تے بنا دی۔ ایجاد صرف یہ ہوتی ہے کہ جو چیزیں پہلے سے موجود ہیں اُنہی کو ملا کر' اُن کے لئے' اُن سے ایک اور آمیزہ تیار کر دیا۔ یہ الگ بات ہے کہ انسانی ذہن اُسے انسانوں کی بہتری کے لئے تیار کرتا ہے۔ یا انسانی ذہن اُسے انسانی تباہی کے سامان پیدا کرتا ہے۔ اگر چند ذرات کو ملایا ایک ایٹم بم بھی اُس سے بن سکتا ہے اور چند ذرات کو ملائیں تو ایک جہان روشن ہو سکتا ہے۔ بجلی بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ وہی چیزیں نافع بھی ہو سکتی ہیں۔ وہی چیزیں مضر بھی ہو سکتی ہیں۔ لیکن اُن میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے۔ جو کسی کے علم کی تخلیق ہو جو کسی دانا کی' دانش کی' تخلیق ہو۔ بلکہ تخلیق شدہ چیزیں جو ہیں اُنہی کا آمیزہ بنایا جاتا ہے اس لئے کہ وہ رب العلمین ہے جو کچھ بھی اُس کی ذات کے علاوہ ہے۔ سب کو پیدا کرنا قائم رکھنا' اُن میں وہ اوصاف پیدا کرنا۔ یہ اُس اکیلے کی قدرت کاملہ ہے۔ اب اِس کے اظہار تشکر کا اُس نے ایک انوکھا انداز اپنایا۔ نوح علیہ السلام کے زمانے میں جب نوح علیہ السلام کا طوفان آیا۔ جس کے لئے انہوں نے دعا کی تھی نو سو پچاس برس انہوں نے تبلیغ فرمائی۔ میرے خیال میں تو پچاس برس بھی پچاس صدیاں لگتے ہیں۔ جب اللہ کا نام لینا ہی جرم قرار پائے۔ تو پچاس برس بھی پچاس صدیاں لگتی ہیں لیکن انہوں نے نو سو پچاسی برس تبلیغ فرمائی اور نو سو پچاسی برس شدید مخالفت کا سامنا کیا اور نا اُمید ہو کر قوم سے دعا کی۔ ربِّ لَاتَذَرْ عَلَى الارضِ مِنَ الكٰفِرِينَ دَيَّاراً ○ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبادَكَ وَلَا يَلِدُوا اِلَّا فَاجِراً كَفَّاراً ○ اے اللہ روئے زمین پر کسی کافر کو باقی نہ چھوڑ اس لئے کہ اگر تو نے ان میں سے کسی کو بھی چھوڑ دیا تو اُس کی جو نسل بڑھے گی وہ بھی کافر ہی ہوگی۔ ان میں صلاحیت ختم ہو چکی ہے اور یہ تیرے اُن بندوں کو جو چند نفوس قدسیہ ہیں۔ ہدایت پر ہیں اُن کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ دعا قبول ہوئی اور ایسا طوفان اٹھا کہ چشمے تو چشمے۔ تنوروں میں سے بھی پانی اُبلنے لگا۔ دریا' چشمے اور سمندر جو پہلے پانی تھا۔ جہاں آگ جلتی تھی۔ جو تنور تھے اُن میں سے بھی پانی کے دریا بہہ نکلے۔ اور ساری کائنات ایک دفعہ زیر آب چلی گئی' سوائے ایک کشتی کے جو نوح علیہ السلام نے بنائی تھی اور اُس میں بھی مفسرین کے بقول اَسّی کے قریب مرد اور خواتین سوار تھے۔ جو ساڑھے نو سو سال کی محنت تھی۔ جب یہ طوفان آیا تو بیت اللہ جو آدم علیہ السلام کے زمانے سے قائم تھا اُس کی عمارت بھی اُس کی نذر ہوئی اور بیت اللہ شریف میں ایک پتھر جو آدم علیہ السلام کو جنت کی یادگار کے طور پر عطا ہوا تھا۔ وہ لگا ہوا تھا اُسی پتھر کو قدرت کاملہ نے ایک پہاڑ میں محفوظ فرما دیا۔ اور پھر اُن کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ تو انہیں پہلے تو یہ حکم دیا گیا کہ عین بڑھاپے میں آخری عمر میں اللہ نے ایک چاند سا فرزند عطا فرمایا۔ اور محبوبہ بیوی حضرت ہاجرہؓ کے بطن سے عطا فرمایا۔ وہ بھی عمر رسیدہ تھیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام بھی عمر رسیدہ تھے اور بیٹے کا دمکتا ہوا چہرہ جو نورِ محمد ﷺ تک کا امین تھا۔ سورج اور چاند سے زیادہ روشن۔ تو حکم دیا گیا کہ اے میرے خلیل علیہ السلام اس ماں بیٹے کو لیکر ایک جگہ چھوڑ آؤ۔ جس کی رہنمائی جبرائیل امین کریں گے۔ اب وہ سوار ہوئے انہیں بھی ساتھ لے لیا' زادِ سفر لیا' پانی لیا اور تفاسیر میں ملتا ہے کہ جہاں پڑاؤ ڈالتے تو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام جبرائیل امین سے پوچھتے۔ کہ یہی جگہ ہے وہ فرماتے نہیں' حضرت آگے چلنا ہے۔ بڑی مسافت کے بعد جب مکہ مکرمہ کی جگہ اور عین بیت اللہ کی جگہ پہنچے۔ تو انہوں نے فرمایا یہ قیام کی جگہ ہے ابھی تک انہیں یہ علم نہیں تھا کہ یہاں بیت اللہ شریف تعمیر کرنا ہے۔ لیکن فرمایا حکم یہ ہے کہ آپ علیہ السلام اپنی اہلیہ محترمہ اور بچے کو یہاں چھوڑ دیں اور آپ واپس تشریف لے جائیں تو جو بچا کھچا زادِ راہ تھا کچھ تھوڑا سا کھانے کا سامان اور چھوٹا سا مشکیزہ پانی کا وہ انہوں نے حضرت ہاجرہؓ کے سپرد فرمایا۔ اور فرمایا میں واپس جا رہا ہوں گھوڑے پر سوار ہونے لگے۔ رکاب میں پاؤں رکھا' تو انہوں نے دامن

تھام لیا اور عرض کی کہ آپ کیا کر رہے ہیں یہاں تو میلوں تک آبادی کے آثار نہیں ہیں، صحرا ہے اس میں کوئی پرندہ بھی نظر نہیں آتا کہ کہیں کوئی پانی ہو۔ صحرا میں کہیں اگر زندگی کے آثار ہوں تو کم از کم پرندے تو نظر آتے۔ یہاں تو میلوں تک کوئی پرندہ بھی نہیں، اس کا مطلب ہے میلوں تک کہیں پانی کا نشان نہیں ہے، کوئی آبادی نہیں، کوئی انسان نہیں بستا۔ تو آپ علیہ السلام ہمیں چھوڑ کر کیوں جا رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ میرے اللہ کا حکم ہے اور اُس عظیم خاتونؓ نے فرمایا کہ اگر اللہ کا حکم ہے تو وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ آپ علیہ السلام بے شک تشریف لے جائیے۔ ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔ اور جب آپ علیہ السلام چل نکلے اور تب تک چلتے رہے جب تک نظروں سے اوجھل نہیں ہوئے۔ جیسے تھوڑا سا مڑے تھوڑی سی دور جا کر ایک وادی میں آنکھوں سے اوجھل ہو گئے کھڑے ہو کر دعا کی۔

اے اللہ! اُجاڑ بیابان میں تیرے حکم کے مطابق اپنی اہلیہ اور بچے کو چھوڑے جا رہا ہوں۔ تو قادر ہے تو چاہے تو اسے آباد کر دے اور تو قادر ہے تو چاہے تو دنیا کی ہر نعمت یہاں پہنچا دے۔ تیری قدرت کاملہ سے تو کچھ بعید نہیں ہے۔ اور یہ اُنہی کی دعا کا اثر ہے کہ تب سے لیکر قیامت تک مکہ مکرمہ میں کسی موسم کی قید نہیں ہے۔ ہر موسم کا، ہر پھل سارا سال ملتا ہے۔ ہر سبزی سارا سال ملتی ہے۔ دنیا کی ہر نعمت کسی موسم کی محتاج نہیں ہے۔ آج جدید ٹیکنالوجی سے لوگوں نے مصنوعی طور پر سبزیاں اور پھل پیدا کئے اور ہر جگہ ملتے ہیں لیکن آج ملتے ہیں مکہ مکرمہ میں آج نہیں اس کی ساری تاریخ سے قیام مکہ تک پڑھ جائیے۔ سیدنا خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے لیکر آج تک مکہ مکرمہ دنیا کا واحد شہر ہے۔ جہاں دنیا کی ہر نعمت، ہر وقت ملتی ہے۔ لیکن اُس کی بنیاد یہ ایک بچہ ہے۔ جو شیر خوار تھا اور ایک عمر رسیدہ خاتون ہے اُس نوزائیدہ بچے کے ساتھ اور ایک اللہ کی ذات ہے ایک دن چلا، دو دن چلا، تین دن چلا ہو گا، پانی ختم ہو گیا۔ کھانا ختم ہو گیا۔ حتیٰ کہ مائی صاحبہ کے سینہ پرنور سے بچے کے لئے دودھ خشک ہو گیا دودھ باقی نہ رہا۔ تو آپؓ نے چاہا کہ یہ ساتھ جو پہاڑیاں ہیں ان پر چڑھ کر دیکھا جائے۔ یہ جگہ بہت گہری تھی۔ جو اب جا کر حجاج کرام دیکھتے ہیں یہ بہت سی بھر گئی ہے۔ نیچے جو زم زم ہے تہ خانے میں اُس سے بھی جگہ گہری تھی۔ اور صفا اور مروہ کافی اونچی پہاڑیاں تھیں۔ یہ ایک وادی تھی جہاں چار پانچ وادیاں آ کے ملتی ہیں اور ایک وادی کو پانی جا کے نکل جاتا ہے۔ درمیان میں چھوٹا سا ٹیلہ تھا۔ جس کے گرد پانی طواف کر کے نکل جاتا تھا جس پر بیت اللہ ہے۔ ابھی بیت اللہ شریف کی بات نہیں چھڑی کہ بچہ پیاس سے جاں بلب ہو گیا۔ جاں بلب ہو گیا تو مائی صاحبہ پہلے کوہ صفا پر چڑھیں کہ نظر دوڑاؤں کہیں کوئی آثار آبادی کے، کہیں کوئی پرندہ، کوئی پانی کا پتہ چلے۔ کچھ نظر نہیں آیا تو آپؓ اُترنے لگیں پھر مروہ کی طرف گئیں۔ لیکن جب وادی میں اُتریں اور بچہ نظروں سے اُوجھل ہو گیا تو نگاہ بچے کی طرف تھی اور دوڑتی جاتی تھیں۔ کہ جلدی جلدی جاؤں مبادا جنگل کا کوئی جانور ہی نقصان پہنچا دے۔ تب تک دوڑتی رہیں جب تک دوسری پہاڑی پر چڑھ کر پھر بچہ نظر نہیں آنے لگا۔ وہاں سے پھر چلنے لگ گئیں۔ پہاڑی پر نظر دوڑائی، پھر واپس چل پڑیں۔ جہاں بچہ نظر آتا تھا وہاں تک چلتی آئیں۔ پھر دوڑنا شروع کر دیا۔ جب ساتویں چکر پر آ کر صفا پر کھڑی ہوئیں تو دیکھا کہ جہاں ننھا اسمٰعیل علیہ السلام ایڑیاں رگڑ رہا ہے وہاں سے تو پانی کا چشمہ پھوٹ رہا ہے اور یہ زم زم اُنہی کا دیا ہوا نام ہے کہ جب پانی بہت پھیلا اور بہنے لگا تو انہوں نے اردگرد ریت کی دیواریں کھڑی کیں۔ اور حکم دیا زم زم اُس زمانے کی زبان میں مطلب تھا رُک جا ٹھہر جا تھم جا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ اگر مائی صاحبہ اسے ٹھہرنے کا حکم نہ دیتیں تو یہ اتنا بڑا دریا بنتا کہ دنیا میں بہتا ہوا چلا جاتا اور قیامت تک بہتا رہتا۔

اِس کے باوجود سوا چودہ سو سال اُمت مسلمہ کے بھی اس پر گواہ ہیں اور پھر جب سے ٹیوب ویلوں کا سسٹم آیا۔ تب سے اُس میں بہت بڑا ٹیوب ویل لگا ہے اور رات دن چلتا ہے اُس میں کبھی کوئی کمی نہیں آئی۔ اور اُس میں صرف یہ نہیں کہ صرف پانی تھا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اِس میں ہر مرض کی دوا ہے کسی بھی مرض کا مریض اگر مکہ مکرمہ

آئے تو اتنا پانی پیئے۔ اتنا پیئے۔ پیاس سے نہیں، اتنا پیئے کہ وہ سمجھے کہ پیٹ پھٹ جائے گا یہ اُس کے ہر مرض کی دوا ہے۔ اگر وہ اتنا پانی پیئے کہ وہ سمجھے کہ اِس سے زیادہ ایک گھونٹ میں نہیں بھر سکتا تو اُس کی شفا کے لئے یہ کافی ہے اور عجیب بات ہے۔

۱۹۷۴ء میں، میں نے ایک کافی بڑی بوتل غالباً ڈیڑھ دو گیلن کی ہوگی۔ میں نے وہاں سے آبِ زم زم کی بھری میرے پاس ابھی تک دفتر میں آج بھی موجود ہے الحمد للہ وہاں سے اُس پر جو میں نے ٹیپ لگا کر اُس کا منہ بند کیا تھا کہ جہاز میں وہ اُس وقت کہتے تھے کہ لیکیج نہیں ہونی چاہئے وہ ٹیپ اُس پر ابھی تک لگی ہوئی ہے اور اُسے آج آپ الٹ کر دیکھیں تو کوئی منرل ایسا نہیں ہے جو اُس میں نہ ہو اُس میں سارے منرل جو تھے وہ جم کر ذرات بن گئے میں نے اُسے کھولا نہیں نہ اُس کا لیبارٹری ٹیسٹ کرایا ہے اِس لئے کہ میں اُسے کھولنا چاہتا نہیں کہ اور لوگوں کے پاس شاید اس سے زیادہ دیر کا پڑا ہے لیکن اُس میں منرل نظر نہیں آتے یہ اللہ کی قدرت اُس نے مہربانی فرمائی اور میرے پاس کئی لوگ آئے انہوں نے کہا اس سے میرے پاس اسی سے پہلے کا پڑا ہے لیکن اُسی میں نظر نہیں آتے میرے پاس بوتل آج بھی رکھی ہے۔ اسے آپ اس طرح ہلا کر دیکھیں دنیا بھر کے جتنے منرلز ہیں جو مختلف علاجوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ اُس میں موجود ہیں۔ کوئی ساتھی چاہے تو نماز کے بعد دیکھ بھی سکتا ہے۔ اللہ نے ہر مرض کی دوا اُس میں سمو دی۔ اور پھر جب پانی آیا تو پھر پرندے آئے، پھر کسی قافلے کا گزر ہوا۔ صحرا میں وہ ہمیشہ گزرتے تھے وہ سمجھتے تھے یہاں تو کوئی نہیں۔ یہاں تو صحرا ہے پانی کے ذخیرے لیکر چلتے تھے۔ لیکن جب پرندے دیکھے تو پلٹے اِس طرف کہ یہاں تو کوئی پانی کے آثار ہیں۔ جب آئے تو مائی صاحبہ کو اور ننھے بچے کو دیکھا۔ اور جگہ اُنہیں پسند آئی تو انہوں نے کہا یہاں کیوں نہ مستقل قیام کر لیا جائے یہ تو بہت مزے دار پانی ہے۔ یہاں قیام کریں اور یہاں سے اپنے تجارتی سفر ادھر اُدھر کیا کریں۔ تو یوں مکہ مکرمہ کی بنیاد پڑی شہر بنا۔

جب سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر چند برس ہوئی قرآن حکیم نے برس نہیں بتائے یہ ضرور ارشاد فرمایا فلما بلغ معہ جب وہ اس قابل ہوئے کہ باپ کی انگلی تھام کر ساتھ چل سکیں۔ تو دوسرا حکم آ گیا۔ آپ علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ میں بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کر رہا ہوں۔ اب دیکھیے حضرت ہاجرہؑ کی عظمت کہ جس بے قراری اور بے تابی سے وہ دوڑیں اللہ نے اُسے حج کا رُکن بنا دیا فرمایا جو بھی میرے دروازے پہ آئے بیت اللہ میں جو بھی آئے وہ حج کرے یا عمرہ کرے صفا مروہ کی سعی اُسی طرح کرے جہاں مائی صاحبہ چلیں تھیں وہاں چلے۔ جہاں وہ دوڑی تھیں وہاں دوڑے اور عجیب بات ہے کہ رحمۃ للعلمین ﷺ رحمت مجسم حضرت محمد رسول ﷺ نے بھی سعی فرمائی۔ لیکن اس کے باوجود وحی الٰہی کو سمجھنا اور اُس کا مطلب بیان کرنا یہ منصب نبوت ہے۔ غیر نبی نہیں سمجھ سکتا۔ اِس لئے قرآن میں ارشاد فرمایا کہ میرے حبیب ﷺ یہ آپ ﷺ کا منصب ہے۔

لتبین للناس مانزل الیھم○

یہ آپ ﷺ کا منصب جلیلہ ہے کہ لوگوں کو آپ ﷺ بتائیں کہ اُن پر کیا نازل کیا گیا؟ اِس کا مفہوم کیا ہے؟ اور آپ دیکھتے ہیں اور آپ دیکھ سکتے ہیں کہ جتنے گمراہ فرقے ہیں وہ قرآن کی عبارت تو نہیں بدل سکتے لیکن معنیٰ گھڑ کے تو وہ اپنے فرقے کی بنیاد رکھتے ہیں۔ کوئی گمراہ فرقہ یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ جو معنیٰ تم بتا رہے ہو کیا یہ معنیٰ محمد رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح بتایا تھا۔ صحابہ نے اسی طرح سمجھا تھا۔ یہاں کوئی بات نہیں کرتا یہ گرائمر سے ایسا ہے۔ یہ صرف و نحو سے ایسا ہے۔ منطق سے ایسا ہے۔ گرائمر صرف نحو و منطق اپنی صحت کے لئے قرآن کی محتاج ہے۔ قرآن کسی گرائمر یا منطق کا محتاج نہیں۔ کلام الٰہی ہے منطق کا کوئی اُصول اُس کے مطابق ہے تو ٹھیک ہے اُس سے اختلاف کرتا ہے تو منطق غلط ہے قرآن صحیح ہے۔ گرائمر بعد میں وضع ہوئی۔ ایجاد ہوئی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ، الکریم کا بڑا حصہ ہے عربی گرائمر کے موجد وہی ہیں۔ لیکن قرآن سے سیکھ کر انہوں نے ایجاد فرمائی کہ اِس لفظ کو قرآن نے ماضی کے صیغے میں استعمال کرنا تھا تو اِس طرح کیا۔ حال میں کرنا تھا اِس طرح کیا۔ مستقبل

میں کرنا تھا تو اِس طرح کیا۔ لہذا یہ گرائمر ہے۔ یعنی گرائمر محتاج ہے اپنی صحت کے لئے قرآن کی' قرآن کسی کا محتاج نہیں ہے۔ وہ کلام الٰہی ہے اور اُس کا مفہوم بیان کرنا یہ منصب جلیلہ ہے آقائے نامدار ﷺ کا کوئی بھی کسی آیت کا کوئی مفہوم بیان کرے وہ اُنہی حدود کے اندر رہے گا جو حضور ﷺ نے متعین فرمائی اُس سے بڑھے گا تو یہ تفسیر نہیں ہوگی' تحریف ہوگی' قرآن کو تبدیل کرنا ہوگا۔ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔

اب مائی صاحب کو تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بچے کو تیار کرو۔ ہم باپ بیٹا سیر پہ جاتے ہیں۔ انہوں نے کپڑے پہنائے' تیار کیا' ہاتھ منہ دھویا' کنگھی وغیرہ کی۔ جس طرح مائیں بچوں کو سنوارتی ہیں ممکن ہے نہلایا دھلایا ہوگا' تیار کر کے دیا' اچھی خوشبو وغیرہ لگا کر ساتھ لیکر چل پڑے۔ چلتے چلتے منیٰ پہنچے۔ وہ ننھا بچہ جو ہے چونکہ وہ بھی نبی ہے اور اللہ کا رسول ہے اُس سے بات کر رہے ہیں۔ اہلیہ محترمہ سے نہیں کی جس کا اللہ پر اتنا بھروسہ تھا۔ وحی کو سمجھنا غیر نبی کے بس کی بات نہیں اُس ننھے بچے سے بات کر رہے ہیں کہ بیٹا۔

اِنی ار فی المنام. بیٹا میں نے بڑا عجیب خواب دیکھا۔ اِنی اَذبحُک میں نے خواب یہ دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ وہ ننھا بچہ اپنی توتلی زبان میں جواب دیتا ہے۔ یا ابت افعل ماتو مر. ابا جی آپ علیہ السلام اللہ کے رسول اور نبی ہیں۔ رسول کا خواب وحی ہوتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے خواب نہیں دیکھا۔ آپ علیہ السلام کو حکم دیا گیا ہے۔ اور جو حکم دیا گیا اُس کی تعمیل کریں۔ آپ علیہ السلام اُسکے مکلف ہیں۔ آپ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں اور یہ وحی الٰہی ہے۔ افعل ماتومر. کر گزرو ابا جی! جو آپ علیہ السلام کو حکم دیا گیا ہے۔ رہی یہ بات کہ آپ علیہ السلام کو خدشہ ہوگا کہ میں چھوٹا ہوں' بچہ ہوں' شور کروں گا' میں بچہ ضرور ہوں لیکن میں بھی اللہ کا رسول ہوں۔ اللہ نے چاہا تو آپ علیہ السلام مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔ میں اُف نہیں کروں گا۔ جس طرح آپ علیہ السلام کو ذبح کرنے کا حکم ہے آپ علیہ السلام ہی کی وحی میں میرے لئے ذبح ہونے کا حکم موجود ہے۔ اُس کا اپنا نظام ہے کہ ایک وقت میں ارشاد فرماتا ہے۔

کہ ہم نے زمینوں آسمانوں کی ساری سلطنت کھول کر ابراہیم علیہ السلام کے سامنے رکھ دی کہ دیکھیے زمین میں یہ ہے' آسمانوں میں یہ ہے' لیکن یہاں پہنچے۔ تو اُنہیں یہ نہیں بتایا گیا کہ بیٹا ذبح نہیں کرنا۔ یہ اُس کی مرضی۔ کیا بتاتا ہے کیا کب بتاتا ہے' چونکہ علم اُس کا خاصہ ہے۔ سب سے زیادہ علوم انبیاء علیہ السلام کو عطا فرماتا ہے۔ سب سے زیادہ آقائے نامدار ﷺ کی ذاتِ اقدس کو عطا فرمائے لیکن اِس کے باوجود کوئی نبی' کوئی رسول' وہ علم نہیں رکھتا جو اللہ کا ہے' اللہ کی صفت ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے علم اولین و آخرین عطا فرمائے گئے۔ لیکن علم الٰہی کے مقابلے میں تو اِس کی مثال ایسی بھی نہیں جیسے سمندر سے کوئی پرندہ چونچ پائے۔ جس طرح اُسی کی ذات لامحدود ہے اُس طرح اُس کی صفات بھی لامحدود ہیں۔

اگر یہاں بتا دیا جائے کہ بیٹے کو تو صرف لٹانا ہے۔ ذبح تو دنبہ ہوگا تو پھر قربانی کا کیا مطلب ہے؟ نہیں جانتے' پھر آپ علیہ السلام نے اپنی آنکھوں پہ پٹی باندھی کہ کہیں شفقت پدری ہاتھ روک نہ دے' اسمٰعیل علیہ السلام کی آنکھوں پہ پٹی باندھی۔ کہ کہیں مجھے دیکھ کر بچہ ہے ابا جی ابا جی! چلاّ نہ اٹھے۔ اسے پتہ نہ چلے تاکہ میں گردن کاٹ دوں۔ چھری چل جائے اور لٹا کر بسم اللہ اللہ اکبر۔ چھری چلائی اور گردن کاٹ دی۔ اور خون کے فوارے اُبلنے لگے۔ لاشہ تڑپنے لگا۔ جب تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا تو آپ علیہ السلام نے آنکھوں سے پٹی ہٹائی۔ دیکھا اسمٰعیل علیہ السلام کھڑے مُسکرا رہے ہیں اور دنبہ کٹا پڑا ہے پریشان ہو گئے یا اللہ کیا میری قربانی قبول نہیں کی کہ میرا بچہ کھڑا مسکرا رہا ہے۔

اللہ کی طرف سے ارشاد ہوا۔ قد صدقت الریا یا ابراھیم. ابراہیم علیہ السلام تو نے خواب سچ کر دیا۔ یہ میری قدرت کاملہ تھی۔ وقدینہ بذبح عظیم. میں نے اس کے بدلے بے شمار قربانیاں قبول کرلیں۔ میں نے اپنی بے شمار مخلوق کی اس ایک ذبح عظیم کے بدلے بے پناہ قربانیاں جو ہیں ایک بدلے میں نے قبول کرلیں۔ چنانچہ یہ جو ذبح عظیم ہے اِس میں

اُس وقت سے لیکر قیامت تک جتنے لوگ شہید ہوں گے وہ بدر میں ہوئے وہ اُحد میں ہوئے، مکہ مکرمہ میں ہوئے، مدینہ منورہ میں، غزوات نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہوئے اُس عہد کے سرایہ میں ہوئے اُس کے بعد ہوئے آج ہو رہے ہیں، افغانستان میں ہوئے، کشمیر میں ہوئے، فلسطین میں ہوئے، شیشان میں ہوئے، الجزائر میں ہوئے، یا قیامت تک جو اللہ کی راہ میں وفدینٰہ بذبحٍ عظیم o خواہ وہ کربلا میں لاشے تڑپے، خواہ کوئی لاشہ بدر واُحد میں تڑپا وہ خانوادہ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چراغ تھے، یا امت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جگر گوشے تھے بطفیل محمد رسول ﷺ ہر شہید کو ذبح اللہ کی قربانی کی لذت میں شریک کر دیا۔ اور اُس قربانی کو حج کا رکن قرار دے دیا کہ جو بھی میرے گھر میں آئے جہاں حضرت ہاجرہؓ نے دوڑ لگائی تھی۔ وہاں دوڑے، جہاں وہ چلی تھی چلے، یہ سات چکر حج کا رکن ہیں عمرہ کرے تو عمرے کا بھی۔ حج کے بے شمار ارکان عمرے میں نہیں ہیں لیکن سعی عمرے میں بھی موجود ہے کہ عمرہ بھی مکمل تب ہوگا، جب طواف کے بعد سعی کریں گے۔ اِسی طرح حج کے ارکان میں قربانی کو بھی رکھا اب شہداء تو اپنی جگہ شہید ہو کر وہ لطف لے گئے۔ حجاج کرام نے اُسی جگہ منیٰ میں پہنچ کر اپنی قربانیاں پیش کر کے اُس کا ثواب لے لیا۔ عامۃ المسلمین کہاں جائیں؟ فرمایا جو مسلمان روئے زمین پر جہاں ہے وہ جو جانور اُسے پسند ہے، خوبصورت ہے، اچھا ہے، پیارا ہے، میری راہ میں ذبح کر دے۔ میں اُسے بھی ذبح عظیم میں شامل کر دوں گا۔ یہ خانہ پُری نہیں ہے کہ ہم ٹوٹل پورا کرتے ہیں کہ جی ہم نے قربانی کرنی ہے ایک مصیبت ہے گلے پڑ گئی تھی۔ بلکہ اس میں نصاب شرط نہیں ہے۔

زکوٰۃ کے لئے نصاب ہے کہ صاحب نصاب زکوٰۃ دے۔ جو صاحب نصاب نہیں وہ نہ دے۔ جس کے پاس چالیس روپے ہوں، اور سال بھر اُن کے خرچ کرنے کی نوبت نہ آئے تو اُن میں سے ایک روپیہ اللہ کے نام پر زکوٰۃ دے دے۔ یہ اس لئے کہ اُسے یہ پتہ رہے کہ یہ دولت اُس کی ہے میری نہیں، اور اگر اُس کے پاس جمع نہ ہوں تو نہ دے ایک نصاب ہے۔ سو ہے تو ڈھائی روپے دے۔ لیکن قربانی کے لئے نصاب شرط نہیں، ہر مسلمان جو بھی کر سکتا ہے صاحب نصاب نہیں ہے۔ اُس نے گھر میں دو بھیڑیں رکھی ہوئی تھیں ایک بھیڑ قربانی کر سکتا ہے چار بکریاں رکھی ہوئی ہیں صاحب نصاب نہیں ہے وہ ایک قربانی کرتا ہے کرے۔ اِس لئے کہ یہ موقع سال میں ایک بار آتا ہے اور وہ رحمتیں وہ برکتیں و انوارات قربِ الٰہی کی وہ لذتیں جو اسمٰعیل علیہ السلام کی گردن پر چھری چلاتے وقت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام پر نازل ہوئی تھیں و برکات اُن میں سے اپنی استعداد اپنے خلوص کے مطابق ہر مسلمان اپ حصہ لے۔ یہ تو ہمارے گناہوں کی بخشش کا اُس نے ایک اور مزید راست بتایا۔ چھوٹا سا ایک دنبہ آپ قربان کرتے ہیں اللہ کریم فرماتا ہے قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَاؤُھَا

کوئی اللہ کو ضرورت نہیں ہے، نہ قربانی کے گوشت کی اُسے ضرورت ہے، کہ اُس کے پاس خون پہنچتا ہے، یا گوشت پہنچتا ہے نہیں۔

وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی. اُسے تمہارا وہ خلوص اور صدق دل چاہئے۔ جس سے تم قربانی کر رہے ہو۔ وہ درد چاہئے۔ جس درد کے ساتھ وہ ساری تصویر جو میں نے عرض کی ہے اُسے نگاہوں کے سامنے لا کر جب آپ ایک جانور پہ گھٹنا ٹیک کر چھری چلاتے ہیں یہ خیال کرتے ہوئے کہ اللہ تو کتنا کریم ہے۔ مجھ سے میرا بیٹا نہیں مانگا، میں تو کمزور آدمی تھا، اگر مجھے کہتا کہ تو بھی بیٹا ذبح کر تب یہ ثواب ملے گا تب تیرے گناہ معاف کروں گا تو میں کیا کرتا میں تو نہ کر سکتا تو کتنا کریم ہے ایک بکرا، ایک دنبہ، میں نے خریدا اور اُسی پر تُو مجھے وہ اَجر دینا چاہتا ہے، کہ میں گویا اپنا اکلوتا بیٹا تیری بارگاہ میں ذبح کر رہا ہوں۔ فرمایا یہ اُس کی بارگاہ میں پہنچتا ہے اور اس پر اُس کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

اب تو تہذیب جدید آ گئی اب تو لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جتنے جانور ذبح ہوتے ہیں یہ سارے پیسے جمع کر لئے جائیں، تو بہت سی یونیورسٹیاں کھل سکتی ہیں، بڑی سڑکیں بن سکتی ہیں، نہریں کھودی جا سکتی ہیں، اور بہت سے کام ہو سکتے ہیں، لیکن کیا وہ یونیورسٹیاں، وہ نہریں، وہ سڑکیں، یہ

درد دیں گی جو قربانی کر کے نصیب ہوتا ہے؟ ارے آپ کی یونیورسٹیوں نے تو لوگوں کو اخلاق باختہ کر دیا۔ آپ کی تہذیب نے تو لوگوں کا سکون چھین لیا۔ آپ کی اس جدید مغربیت نے اور جدید تہذیب جس پہ دنیا فریفتہ ہے اس نے تو لوگوں سے آبرو تک چھین لی۔ اس نئی روشنی سے آدمی کے پاس بچا کیا۔ وہ کسی دل جلے نے کہا تھا کہ۔

اندھیرا ہو رہا ہے بجلی کی روشنی میں

کہ جب سے بجلی کی روشنیاں آئی ہیں دنیا تاریک ہو گئی ہے۔ اخلاق کے اعتبار سے' ایمان کے اعتبار سے' کردار کے اعتبار سے' کیا دیا ہے' انہوں نے انسانوں کو اور قربانی تو وہ جذبے پیدا کرتی ہے جو اللہ کے نام پر جانیں نچھاور کر کے پھر دعا کرتے ہیں کہ ایک زندگی اور دے دے کہ پھر تیری راہ میں شہید ہوں۔ وہ جوان جن کے بھروسے پہ آپ رات کو آرام سے سو جاتے ہیں کہ ہماری سرحدوں پہ پہرے دے رہے ہیں۔ اُن کو جذبہ شہادت یہی قربانی دیتی ہے' آپ کی یونیورسٹیاں آپ کی سڑکیں' اور نہریں نہیں دیتیں۔ آپ سڑکیں بنائیں' نہریں بنائیں' یونیورسٹیاں بنائیں' اُس سے کس نے روکا ہے لیکن ارکان دین کو ختم کر کے بنائیں گے تو پھر دین نہیں ہوگا۔ جہاں دین نہیں ہوگا وہاں انسانیت نہیں ہوگی۔ بھیڑیوں کا جنگل ہوگا جس مغربی تہذیب پہ دنیا فریفتہ ہے' وہاں جا کر دیکھو وہ بھیڑیوں کا درندوں کا جنگل ہے۔ کوئی کسی کا باپ نہیں ہے۔ کوئی کسی کی بیٹی نہیں ہے۔ کوئی کسی کی بہن نہیں ہے۔ کوئی کسی بہن کا بھائی نہیں ہے۔ اور جو کچھ وہاں ہوتا ہے یہاں ہم لاکھ بیان کرتے رہیں مانتا کوئی نہیں وہی مانتا ہے جو وہاں جاتا ہے۔

جب یہ درد دل اِس چھوٹی سی قربانی سے عطا کرتا ہے۔ اگر بشرطیکہ قربانی کی جائے خانہ پُری نہ کی جائے ہم بھی عجیب لوگ ہیں یا تو کسی لولے لنگڑے جانور میں حصہ ڈال کر جان چھڑا لیتے ہیں۔ یا پھر اپنی نمائش کے لئے پچاس پچاس ہزار میں ایک دنبہ خرید لیا۔ اُسے ہماری نہ بڑائی چاہیے نہ خانہ پُری چاہیے۔ بڑا صرف وہ ہے اللّٰہ اکبر. اس لئے اُس نے تسبیحات بتائیں۔ اللہ اکبر اللہ ہی بڑا ہے اللہ ہی بڑا ہے ولـلّٰـہ الـحـمـد. اور ساری تعریفیں اُسی ایک کے لئے ہیں۔ کوئی بندہ بڑا نہیں ہے۔ نہ بادشاہ بڑا ہے' نہ فقیر بڑا ہے' وہ چاہے تو بادشاہوں کو پل بھر میں گدا گر بنا دے' مجرم بنا دے' پھانسی پہ لٹکا دے۔ اُسے کون روک سکتا ہے اور وہ چاہے تو گڈریوں کو شہنشاہ بنا دے۔ اُسے کون روک سکتا ہے اور ہم نے تو اس تھوڑے سے عرصے میں اِس نصف صدی کے پاکستان میں ہم نے دیکھا گڈریے شہنشاہ بن گئے اور شہنشاہ پھانسی پہ لٹک گئے۔ کیا میرے آپ کے سامنے نہیں ہے کہ جو لوگ کل یہاں گلیوں میں دھکے کھاتے تھے آج وہ منسٹر ہیں' کیا ہم نہیں دیکھتے کہ جنہیں کل حوالات میں بند کیا ہوا تھا اور عدالتیں اُن کا پیچھا نہیں چھوڑ رہی تھیں آج وہ چاہے تو حکمرانوں کو پابجولاں کر کے گلیوں میں گھسٹوا دے۔ وہ قادر مطلق ہے بڑائی صرف اُس کی ہے اور اس قربانی کو اسلام نے دوسری عید کا درجہ دیا۔ اسلام میں صرف دو عیدیں ہیں باقی سب لوگوں کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ تیسری عید کوئی نہیں ہے۔ کوئی تیسری عید کا تصور اسلام میں نہیں ہے۔ دو عیدیں ہیں اور جو بڑے اہتمام سے محمد رسول اللہ ﷺ نے منائیں۔ جن پر دو رکعت نماز واجب کی گئی۔ جن میں باقاعدہ عید کی نماز ہوتی ہے اور وہ اشراق کا متبادل ہوتی ہے' عید کے دن چاشت کی نماز نہیں پڑھی جاتی۔ اُس کا متبادل عید کی نماز ہوتی ہے اور اس طرح شریعت پہ مستحکم رہنا چاہئے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ' الکریم عیدگاہ میں تشریف لے گئے تو ایک شخص نوافل پڑھ رہا تھا۔ آپؓ نے پوچھ لیا بھئی کیا کر رہے ہو؟ اُس نے کہا! جی ابھی آپؓ تشریف نہیں لائے اور عید کی نماز میں وقت ہے تو میں نے کہا میں دو رکعت چاشت کی پڑھ لوں۔ فرمایا۔ تمہارے جہنم جانے کے لئے یہی نماز کافی ہے۔ امیر المومنین میں نے نماز پڑھی ہے۔ فرمایا تم نے نماز پڑھی ہے لیکن محمد رسول اللہ ﷺ نے عید کے روز اشراق نہیں پڑھے اور جو عبادت حضور ﷺ کے عمل کے خلاف ہوگی وہی ایک ہی جرم کافی ہے' کہ جب حضور ﷺ نے جو عبادت نہیں کی وہ عبادت سمجھ کر کرو گے تو جہنم جانے کے لئے یہ کافی ہے۔

تو رب العزت نے ایک چھوٹی سی قربانی پر اتنا بڑا ذخیرہ درد دل کا

عطا کر دیا۔ اب تو یہ ہمارے اپنے شعور کی بات ہے کہ ہم وہ حاصل کرتے ہیں۔ ہمیں اُس کا پتہ بھی ہے یا نہیں' ہمیں کوئی بتاتا بھی ہے یا نہیں' ہمارے پاس تو ہمارے مولوی کا ایک سیدھا سا جواب ہے کہ ثواب ہوگا اور کوئی یہ نہیں بتاتا کہ ثواب چیز کیا ہے؟ وہ ثواب کوئی گڑ کی ڈھیلی ہے۔ کوئی روپیہ پیسہ ہے' کوئی ٹھوس چیز ہے' کوئی مائع ہے' کوئی گیس ہے' کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں بتاتا۔ ثواب کا مطلب ہے کہ اُس کے بدلے میں جو کیفیت نصیب ہوگی' جو درد نصیب ہوگا' جو عشق الٰہی نصیب ہوگا' جو قرب محمد رسول اللہ ﷺ نصیب ہوگا' وہ اُس کا بدلہ ہے لیکن وہ تو اُنہی لوگوں کے لئے ہے جو اپنے وقت میں اپنی حیثیت کے مطابق اچھے سے اچھا جانور تلاش کریں۔ آخر اللہ کے حضور پیش کرنا ہے بندہ دیکھے تو سہی۔ آپ صرف یہ سوچ لیں کہ مجھے پرویز مشرف یہ کہہ دے کہ میرے لئے دنبہ لاؤ۔ کیا میں ٹوٹل پورا کروں گا؟ اپنی ساری پارسائی کے باوجود جو مجھے اچھے سے اچھا مل سکا۔ وہ لے کے جاؤں گا۔ آپ سب کا بھی یہی حال ہے۔ جب اللہ کے حضور پیش کرنا ہے تو کیا وہاں خانہ پُری کافی ہے۔ اچھا جانور تلاش کرو۔ اپنی حیثیت میں رہ کر یہ ضروری نہیں کہ پچاس ہزار کا لو۔ اپنی حیثیت میں جتنی حیثیت ہے لیکن صحت مند ہو' اچھا ہو' خوبصورت ہو' اچھا ہے اُسے کچھ دن پہلے لے آؤ خود اُس کی خدمت کرو۔ اگر کمزور ہے تو اُسے کچھ چارہ ڈالو۔ یہ تو ٹوٹل پورا کرنے کہ جی گلے سے ہم نے لے لیا۔ گلے سے پھرتا رہے عید آئے گی تو اُس دن ذبح کریں گے۔ اِس طرح نہیں کرو۔ تھوڑا سا درد پیدا کرو اور یہ دیکھو کہ وہ قادر ہے ساری اولاد لے لے پھر کیا کر لو گے؟ حکم دے دے کہ تم بھی بیٹا ذبح کرو۔ میری مرضی میں اُس کی جگہ دنبہ رکھتا ہوں یا تمہارا بیٹا ذبح ہوتا ہے۔ ہونے دو تب تمہیں وہ لذت ملے گی اُس نے کہا نہیں یار تم ایک دنبہ کر لو' بکرا کر لو' گائے کر دو' غریب ہو تو گائے میں شامل ہو جاؤ لیکن اُس شمولیت میں یہ دیکھو۔ خانہ پُری تو نہ کرو کہ جو بیکار جانور ہے وہ ذبح کر دیا جائے۔ یہ سستا ملے گا اس طرح تو نہ کرو اور جب ذبح کرتے ہو اور وہاں موجود ہو اور اس درد کے ساتھ سوچو۔ یار میں یہ کیا کرنے چلا ہوں یہ کس نے کیا تھا۔ پھر بطفیل محمد رسول اللہ ﷺ یہ سنت ابراہیمی تھی آپ کو تو انعام میں عطا کر دی۔ آپ کا تو اِس پر کوئی رائٹ نہیں بنتا تھا۔ حق نہیں بنتا تھا۔ اُس نے انعام میں عطا کر دی کہ امت مرحومہ اس سعادت سے محروم نہ رہے اور پھر اِسے یوم عید قرار دیا فرمایا پہلے دوگانہ ادا کرو پہلے میرے ساتھ بات کرو۔ میری کبریائی کی بات کرو میری بڑائی کی بات کرو۔ تلبیہ پڑھو' دوگانہ ادا کرو اور پھر قربانی کرو اور یہ سوچ کر کرو' کہ اے اللہ تو کتنا کریم ہے مجھے اجر وہ دے رہا ہے گویا میں تیری بارگاہ میں بیٹا ذبح کر رہا ہوں۔ اور میں ایک جانور ذبح کر رہا ہوں اور اُس درد کو محسوس کرو کہ اگر بیٹا ہوتا تو تمہارے دل کا کیا عالم ہوتا۔

ولـكـن يناله التقوىٰ. اُسے نہ خون کی ضرورت ہے نہ گوشت کی' اُس کی بارگاہ میں وہ درد دل پہنچتا ہے جو چھری چلاتے وقت تمہیں نصیب ہوتا ہے۔ کہ اللہ تو کریم ہے اگر یہاں میرا بیٹا ہوتا تو میرے ہاتھ کانپ چکے ہوتے اور پھر تو قادر سارا کچھ لے لے تو تجھ کو کون روک سکتا ہے۔ اور پھر ایک جانور کے کاٹنے پر تو سات سات بندوں کو اُس میں شریک کر کے اَجر عطا فرما رہا ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک عید پر سو اونٹ قربان فرمائے تھے تریسٹھ اپنے دست کرم سے نحر فرمائے۔ تریسٹھ وہ خوش قسمت تھے جو حضور ﷺ کے ہاتھ سے نحر ہوئے اور باقی کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کو حکم دیا کہ میری طرف سے نحر کرو اور بعد میں دنیا سے پردہ فرما گئے۔ گویا آپ ﷺ نے اپنے ہر سال کا ایک اونٹ ایک ہی وقت اور باقی جو دیے وہ مزید زائد' حضرت علیؓ کو کہ میری طرف سے کر دو تو اُس وقت اگر پیسہ ہو' اور آدمی سمجھے کہ میں کر سکتا ہوں دو حصے ڈالے' چار ڈالے' پانچ ڈالے' سات ڈالے' دو جانور کرے چار کر سکے چونکہ یہ تو تو جہات باری اور برکات الٰہی اور عشق نبوی ﷺ کو لوٹنے والی بات ہے۔ جتنی جھولی کوئی بھر سکتا ہے بھرے اور پھر اسے یوم عید قرار دیا۔ ایک دن کر سکتے ہو' دوسرے دن کر سکتے ہو' تیسرے دن بھی دوپہر سے پہلے کر لو' اور اللہ کی عظمت اور بڑائی کے کلمات عصر تک چلتے رہیں گے پہلے دن سے تین دن مسلسل عید رہتی ہے اور ہر نماز کے بعد اعلان کرتے رہو کہ سب تعریفیں تیرے لئے ہیں تیرے سوا کوئی

معبود نہیں تو ہی بڑا ہے بڑائی تجھی کو سزاوار ہے۔

الحمد اللہ رب العلمین ٥

الرَّحمٰنِ الرَّحیم ٥

بہت مہربان بڑا رحم کرنے والا ہے۔ ملک یوم الدین ٥ ایک دن آئے گا جب اعلان کیا جائے گا' ساری مخلوق جمع ہوگی' سلاطین وامراء مطلق العنان حکمران بھی جمع ہوں گے' شہنشاہ بھی ہوں گے' پوچھا جائے گا' ۔لِمَنِ الملک الیوم ٥ کس کی حکومت ہے؟ بتاؤ تو سہی۔ آج کون ہے حکمران؟ مخلوق جواب نہیں دے گی۔ قدرت کاملہ خود جواب ارشاد فرمائے گی۔ للہ الواحد القھار. آج صرف اللہ حکمران ہے جو اکیلا ہے اور جو سب سے تکڑا ہے کوئی اُس کے مقابلے کا نہیں۔

تو یہ عید سعید اُس کے کرم کا ایسا مظہر ہے کہ ہم ایک دنبہ' ایک بکرا' ذبح کر کے اُن برکات' اُن کیفیات میں شریک ہو جاتے ہیں وہی ثواب ہے' وہی درد دل' ثواب ہے اور اگر وہ نہیں محض رواج ہے۔ تو سمجھیں ہم نے وقت کھو دیا۔ اللہ کریم ہماری اِن دی ہوئی قربانیوں کو قبول فرمائے۔ ہم گنہگار ہیں' عاجز ہیں' اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میرے سمیت ہم سب جاہل ہیں۔ ہم یہ چیزیں نہیں جانتے جہالت بہت بڑی بیماری ہے۔ اور ہم جاہل ہیں اللہ سے دعا کیا کرو اللہ ہم جاہل ہیں ہمیں علم عطا کر' ہم گنہگار ہیں ہم پر رحم کر' دین برحق پہ زندہ رکھ' دین پر موت نصیب فرما' اور اپنے دین دار بندوں کے ساتھ حشر فرما' دنیا کے لالچ میں' بُرائی کے لالچ میں' ہمیں دنیا میں رسوا نہ کر دے۔ اپنے سے جُدا نہ کرنا ہر قربانی پر ایک درد تازہ کیا کرو۔ ہر سال دل پہ ایک نیا زخم لگے۔ دل میں ایک نئی ٹیس اُٹھے۔ تب قربانی کا مزا آئے یہ کوئی رسم نہیں ہے۔ رشتہ ہے بندے کا اپنے مالک کے ساتھ' سب کچھ اُسی کا دیا ہوا ہے اُس میں سے ایک تھوڑا سا خرچ کر کے ایک جانور اُس کے نام پر اِس درد سے ذبح کرو۔ اُس کے بے کس' بے بس اور مفلس اور غریب بندوں کو کھلاؤ کہ وہ دعا دیں شاید کسی کے منہ سے اچھا لفظ نکل جائے۔ شاید کسی کے دل میں خوشی آئے اور اُس پر اللہ خوش ہو جائے اب تو یہ بھی رواج ہو گیا ہے کہ اپنے فریج بھر لیے اور غریب غرباء دیکھتے رہ گئے اور وہ فریج دو مہینے بھرے رہے اور قربانی بھی ہوگئی۔ تو اصل بات تو یہ ہے کہ اُس کا کرم تلاش کرنا ہے۔ بھائی! کوئی گوشت جمع تو نہیں کرنا۔ اُس کا کرم تلاش کرنا ہے۔ مفلسوں کو دو' غربا کو کھلاؤ' جو نہیں کر سکتے اُن تک پہنچاؤ' کہ اُن کے بچے بھی کھائیں پیئیں خوش ہوں وہ بھی اللہ کا شکر ادا کریں۔

و آخر دعونا ان الحمدللہ رب العالمین

بگڑ جائے اگر انساں تو پھر عالم بگڑتا ہے

اگر موزوں نہ ہو موسم کوئی اک پھول جھڑتا ہے
مگر مالی کی غفلت سے ہر اک غنچہ سکڑتا ہے
کرے خرمستیاں حیواں تو نقصاں جُزوی ہوتا ہے
بگڑ جائے اگر انساں تو پھر عالم بگڑتا ہے
ہے میرا یہ تو وہ تیرا تنازع چلتا رہتا ہے
خدا ہی سب کا وارث ہے عبث انساں جھگڑتا ہے
ہوا ایسے بھلا کیوں کر یہ تم نہ سوچنا ہرگز
ہے اس میں بھی کوئی حکمت کہیں جو پھول جھڑتا ہے
پڑھو تاریخ عالم تم ڈبوئے سب کے سب فرعون
جھکایا اُس کا رب نے سر کہ جو بھی جب اکڑتا ہے
جو ہو اک آدھ بدنظمی تو گاڑی چلتی رہتی ہے
تہی ہو نظم سے جو گھر تو وہ سارا اُجڑتا ہے
نہیں لیتا پکڑ فوراً بڑے ہیں حوصلے رب کے
نہ اُس سے بن پڑے کچھ بھی جسے وہ جب پکڑتا ہے
نواہی کو نہ چھوڑے گر اوامر کو نہ اپنائے
زیاں ہے یہ اویسی کا خدا کا کیا بگڑتا ہے

☆ ....انجینئر عبدالرزاق اویسی

دوام ذکر دوام توجہ سے حاصل ہوتا
ہے۔ کثرت ذکر سے دوام توجہ نصیب ہوتی
ہے' ایک کیفیت ہو جاتی ہے جیسے کسی بھی کام کو مسلسل
کرنے والے دنیادار میں بھی آپ دیکھ لیں' جواری' شرابی'
بٹیر لڑانے والے اتنے اس میں منہمک ہو جاتے ہیں کہ وہ کام کر
رہے ہوتے ہیں' بات کسی اور کی کر رہے ہوتے ہیں' کھانا کھا
رہے ہوتے ہیں غرضیکہ کوئی بھی کام کر رہے ہوتے ہیں ساتھ
اپنے اس شغل کی بات بھی چل رہی ہوتی ہے۔ تو جس
طرح ان کا ہاتھ کام سے اٹکتا نہیں اس طرح کثرت
سے یہ نعمت حاصل ہو جاتی ہے۔

کنز الطالبین

تعاون

تاجران کاٹن یارن اینڈ پی سی یارن

شیخ ناصر' شیخ عبدالستار گلی نمبر 1 بالمقابل رحمان مارکیٹ
منٹگمری بازار فیصل آباد' فون 041-2617075-2611857

عقلِ انسانی ایک نعمتِ عظمیٰ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ شریعت کی باتیں ہماری عقل میں نہیں آتیں یہی انکی بے عقلی کی دلیل ہے۔ کیونکہ انہوں نے حقیقت کو سمجھا ہی نہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں شریعت کی باتیں خلاف عقل نہیں بلکہ فوق العقل ہیں۔ خلاف عقل وہ بات ہوتی ہے جو عقل میں آجاوے اور عقل اس پر حاوی ہو جائے اور حکم لگائے کہ یہ درست ہے یا غلط لیکن فوق العقل کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کا حکم عقل سے اتنا بلند اور بالا ہے کہ عقل کی وہاں تک رسائی نہیں اور جب رسائی ہی نہیں تو عقل اس پر کیسے حکم لگا سکتی ہے۔

☆ اعجاز احمد بخاری ☆
☆ .... مظفر گڑھ

عقل خداوند تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے بشرطیکہ وہ عقل سلیم کا درجہ رکھتی ہو وگرنہ عقل انسانی نفس امارہ کی آلہ کار بن جاتی ہے۔

عقل کی تعریف

عقل کے معنی "روکنے" کے ہیں۔ اس لئے عقال رسی کو کہتے ہیں کیونکہ وہ حرکت کرنے سے روکتی ہے۔ عقل اُس قوت کا نام ہے جو اچھے بُرے نفع وضرر اور لذت والم میں تمیز کر سکے۔ مختصر عقل برائیوں سے روکتی ہے اور دل کو اچھے کاموں پہ اکساتی ہے۔ امام شافعیؒ کا قول ہے "عقل دو چیزوں میں شناخت کرنے اور ادراک کرنے کا آلہ ہے عقل ایک روشن چراغ ہے۔ جس طرح آفتاب سے رات کی تاریکی دور ہو جاتی ہے اسی طرح اس سے جہالت کی ظلمت دور ہو جاتی ہے۔

علم اور عقل میں فرق

علم اور عقل ایک شے نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں تین چیزیں لیکر حاضر ہوا ہوں ان میں سے ایک کو پسند کر لیں، 1- علم 2- عقل 3- دین۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ان میں سے عقل کو لیتا ہوں۔ جب انہوں نے عقل کو لے لیا تو علم اور دین نے کہا کہ خداوند تعالیٰ کا حکم ہے کہ ہم عقل سے جدا نہیں ہو سکتے پس جب عقل آتی ہے تو دین اور علم کو ساتھ لاتی ہے۔ علما کرام نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چار مخلوقات پیدا فرمائیں۔ 1- ملائکہ 2- حیوانات 3- بہائم 4- انسان وجن ملائکہ عقول محض اور بلا شہوت ہیں اور بہائم شہوات محض، بلا عقل ہیں لیکن انسان اور جنات میں دونوں چیزیں موجود ہیں۔ اگر انسان شہوات کو عقل کا غلام بنا لیتا ہے تو ملائکہ سے بڑھ گیا اور اگر عقل کو شہوتوں کا غلام بنا لیا تو بہائم اور حیوانات سے بھی گر گیا لہذا نفس کو عقل کا غلام بنا کر رکھا جائے تا کہ اطاعت گزار ہو۔

حضرت ثفیان ثوریؒ کا معمول تھا جب کہیں دعوت ہوتی تو کھانا عمدہ کھاتے اور ساری رات عبادت میں مصروف رہتے۔ کسی نے پوچھا حضرتؒ کیا بات ہے فرمایا جب گدھے کو چارہ زیادہ دیا جاتا ہے تو اس سے کام بھی زیادہ لیا جاتا ہے۔

عقل کا محل

امام شافعیؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ عقل انسانی دل میں ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے "لهد قلوب لايفقهون بها" انکے دل تو ہیں مگر وہ ان سے سمجھتے نہیں۔ حنفیہ اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ عقل کا محل

دماغ ہے جب دماغ پر کاری ضرب لگ جائے تو عقل جاتی رہتی ہے۔ فلاسفہ نے کہا عقل روح کی طرح سارے جسم میں سرایت کرتی ہے، بہر حال عقل کا سرچشمہ قلب انسانی اور اسکا خزانہ دماغ ہے۔

عقل کی قسمیں

عقل کی قسموں کو اس نظم میں ظاہر کیا گیا ہے۔

دو عقلیں ہیں میرے نزدیک اے پسر
ایک طبعی ، ایک سمعی یاد کر
فائدہ سمعی سے کچھ ہوتا نہیں
جب نہ ہو طبعی کا دل میں کچھ اثر
جیسے سورج سے نہیں کچھ فائدہ
گر نہ ہووے آنکھ میں نور بصر

ایک دفعہ کسی بادشاہ نے ایک بدو سے پوچھا آپ کا حضرت عمرؓ کیسا امیر ہے۔ بدو نے کہا ''امیرنا لا یخدع ولا یخدع'' ہمارا امیر نہ کسی کو دھوکا دیتا ہے اور نہ کسی سے دھوکا کھاتا ہے۔ دھوکا نہ دینا کمال دیانت اور دھوکا نہ کھانا کمال عقل ہے۔ عقل کی صلاحیت وقت کے ساتھ بڑھتی رہتی ہے۔ جس طرح بچہ جب اٹھارہ سال کا ہو جاتا ہے تو اسکی عقل کامل ہو جاتی ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے عجیب عجیب ایجادات کے متعلق فرمایا کہ اس ظاہری ترقی کا دارومدار بھی عقل پر ہے اور عقل کی باگ ڈور خدا کے ہاتھ میں ہے اس لئے نظر خدا ہی پر ہونی چاہئے۔

عقل کی فضیلت

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کسی جہاد سے لوٹے تو کسی نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ جو لوگ جہاد میں شریک ہوئے انکے مراتب (ثواب) برابر ہیں یا کچھ فرق ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا باعتبار عقل فرق ہے یعنی جن لوگوں کی عقل زیادہ انکی فضیلت بھی زیادہ ہے کیونکہ انسان کا ہر عمل اسکے عقل کے مطابق ہوتا ہے ایک حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے عقل سے بڑھ کر کوئی باعزت مخلوق پیدا نہیں کی۔ عقل کے اعتبار سے پوچھ پچھ اور عطا و بخشش ہوگی۔

نوشیروان نے اپنے وزیر بزرجمہر سے پوچھا کہ ''دنیا میں انسان کیلئے سب سے زیادہ فائدہ مند کیا چیز ہے؟'' کہا ''عقل'' اس نے کہا ''اگر یہ کسی کے پاس نہ ہو تو کیا کرے؟'' کہا'' اس کے احباب اور عزیز و اقارب اسکی پردہ پوشی کریں''۔ اس نے کہا ''اگر یہ نہ ہوں تو کیا کرے''۔ کہا'' اسکے پاس مال و دولت ہونا چاہئے سخاوت وغیرہ سے اپنے لئے داد وصول کرے کیونکہ مال و دولت آدمی کیلئے ستار العیوب کا کام دیتی ہے''۔ نوشیروان نے سوال کیا ''اگر یہ بھی نہ ہو تو کیا کرے؟'' اس نے کہا تو خاموش رہا کرے کیونکہ کسی کو سکوت میں اسکی خامیوں کا پتہ نہیں چلے گا۔ اس نے کہا اگر یہ بھی نہ کر سکے تو کیا کرے؟ کہا''' بے عقل کے بولنے سے مرجانا بہتر ہے''۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں، عقل منبع ہے علوم و ادراکات کا۔ جس طرح سے اُفق سے آفتاب طلوع ہوتا ہے اور عالم کو منور کرتا ہے اس طرح عقل بھی انوار و برکات کا اُفق اور اساس العلوم ہے۔ عقل نہیں تو نہ دنیا کی عمارت بنتی ہے نہ آخرت کی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذہانت و فطانت اور علم مشہور ہے کسی نے سوال کیا'' قیامت کے روز اللہ تعالیٰ بے شمار آدمیوں کا حساب کیسے لیں گے؟۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''جس طرح وہ ایک ہی وقت میں سب کو رزق پہنچاتے ہیں اس طرح وہ سب کا بیک وقت بلا کسی غلطی کے حساب لے لیں گے''۔

عقل کی حقیقت

عقل ایک جوہر لطیف اور جوہر نورانی ہے۔ جس سے حقائق کا ادراک اور حق و باطل کا فرق معلوم ہوتا ہے یعنی دل کی آنکھ کو عقل

کہتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے میری آنکھ کا نور میرے دل میں ڈال دیا گیا۔ احکام اسلام کو ہم خود عقل سے نہیں سمجھ سکتے بلکہ ان عقل والوں سے سمجھ سکتے ہیں جو صحیح اور غلط میں فرق کر سکتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام سب سے زیادہ عقل والے ہوتے ہیں۔ کتنی امرا نے سخاوت سے کسی کا دل نہ جیتا جبکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ہاں دو دو ماہ چولہا تک نہ جلتا تھا لیکن جانثاروں کی تعداد ان گنت ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شریعت کی باتیں ہماری عقل میں نہیں آتیں یہی انکی بے عقلی کی دلیل ہے۔ کیونکہ انہوں نے حقیقت کو سمجھا ہی نہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں شریعت کی باتیں خلاف عقل نہیں بلکہ فوق العقل ہیں۔

خلاف عقل وہ بات ہوتی ہے جو عقل میں آجاوے اور عقل اس پر حاوی ہو جائے اور حکم لگائے کہ یہ درست ہے یا غلط لیکن فوق العقل کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کا حکم عقل سے اتنا بلند اور بالا ہے کہ عقل کی وہاں تک رسائی نہیں اور جب رسائی ہی نہیں تو عقل اس پر کیسے حکم لگا سکتی ہے۔

عقل اور نفس میں فرق

اللہ تعالیٰ نے عقل کے ساتھ اسکا دشمن بھی پیدا فرمایا اور وہ ہے نفس جو گناہوں کی طرف آمادہ کرتا ہے۔ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ نفس کی نگرانی کرے اور اسکو ڈھیل نہ دے کیونکہ یہ شیطان کا جڑواں بھائی ہے۔ عربی کا جملہ "من عرف نفسه فقد عرف ربه" یعنی جس نے اپنے نفس کے کرتوتوں کو سمجھ لیا تو اس نے اپنے رب کی معرفت حاصل کر لی۔ نفس عقل کو عقل کل کا درس دیتا ہے جس سے خود پسندی اور تکبر پیدا ہوتا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ سب گناہوں کی سزا دیر بعد ملتی ہے لیکن تکبر کی سزا فوراً مل جاتی ہے۔ وہ یہ کہ متکبر انسان اُسی وقت لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے۔

عقل مند لوگ

قرآن حکیم نے عقل مند لوگوں کو "اولوا الالبا" کے نام سے یاد کیا ہے جو "لُب" کی جمع ہے یعنی عقل والے۔ مزید یہ پہچان بتائی کہ عقل مند لوگ وہ ہیں جو کھڑے بیٹھے اور لیٹنے کی حد تک اللہ کا ذکر کرتے ہیں یعنی انکا کوئی لمحہ ذکر اللہ سے خالی نہیں جاتا۔ ذکر قلبی (خفی) جو ستر گنا باقی سب اذکار سے افضل ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ذکر اللہ بندے کے ساتھ کس حد تک وفا کرتا ہے۔ مثال کے طور پر اللہ نہ کرے کسی کو Brain Hamrige کے ساتھ Sense Lessness کا عارضہ ہو جائے تو اس نے آخری وقت تک احکام شریعت کی کہاں تک بجا آوری کی اور اسلام سے کیا وفا کی؟۔ ہاں اگر کسی نے زندگی میں اپنی سانسوں کی آمد و شد اور دل کی دھڑکنوں کو یاد الٰہی میں لگایا ہوگا تو ضرور دل کی ہر دھڑکن جسم کے ایک ایک سیل کو ذکر اللہ کرا رہی ہوگی چونکہ سارا جسم دل کے تابع ہے تو سانس بھی دل کی اطاعت کرتا ہے۔ ظاہر بین کلمہ شہادت سننے کی توقع کر رہے ہوں گے جبکہ اللہ کا وہ بندہ "ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر الله" کی لذات سے گزر رہا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سب کو ان کیفیات سے ہمہ وقت مستفید کرے۔ آمین

اطلاع

"ماہنامہ المرشد" سے متعلق تجاویز، آراء اور مشاورت وغیرہ کے لئے درج فون نمبر پر رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

Mobile: 0301-6045981

زلزلہ...... کیا کرنا چاہئے؟

ضمیر حیدر

زلزلہ...........؟؟؟

معروف معنوں میں زلزلہ ہی کہلائے گا لیکن درحقیقت ایسی قیامت صغری جس کے اثرات اقوام عالم تک پہنچے اور ارض پاک میں درو بام ہی نہیں "قلوب" بھی لرز اٹھے!

معصوم ہوگا' بہت لاعلم' انتہائی بدبخت یا پھر "ختم اللہ علی قلوبھم" کا سزایافتہ جس کے دل تک غور و فکر کا سامان نہیں پہنچا۔ ٹنوں ملبے تلے دبی مخلوق خدا' تباہی کے مناظر' زندہ بچ جانے والوں کی بے بسی' زخمیوں کی حالت زار' آہیں' نوحے' سسکیاں...........اس پر اگر ہمارے دل نرم ہو گئے' وقتی' لمحاتی یا جذباتی طور پر اگر کچھ اثر قبول کر لیا تو کیا حاصل؟ تڑپ جانا چاہئے' ندامت سے زمین بوس ہونا چاہئے اس لئے کہ جہان رنگ و بو میں عبرت کا سامان تو قدم قدم پر دستیاب ہے لیکن ہمارے قلوب اس حد تک سخت ہو گئے اور اس قدر ظلمت ان پر چھا گئی کہ بے مثل و بے مثال خالق کی بے کراں رحمت کو اپنی انتہائی پیاری مخلوق پر قیامت صغری بپا کرنا پڑی۔ بدترین تباہی پر ہم تڑپ رہے ہیں اور جس کی مخلوق ہے؟...... بربادی کے مناظر دیکھ کر ہم ٹی۔ وی بند کر دیتے ہیں اور وہ جو سب کچھ دیکھ رہا ہے؟............

مخلوق سے خالق کو کس قدر پیار ہے' انسانی عقل اس کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے! یہ رحمت' شفقت اور محبت ہی تو ہے کہ ہم مسلسل گریز پا ہیں' نافرمانی اور سرکشی میں بہت آگے بڑھ چکے ہیں مگر اُس کی رحمت اتنی عظیم قربانی دے کر بھی ہمیں پکار رہی ہے۔ ہم واپس نہ پلٹے تو۔ بے حسی کی انتہا پہلے ہو چکی اب ناقدری کی بھی انتہا ہو جائے گی۔ آگاہ رہنا چاہئے کہ "ناقدری ناقابل معافی جرم ہے"!

آؤ! اُجڑے دیاروں تک چلیں' ملبے کے ڈھیر پر کھڑے ہو کر بھیگی پلکوں کے ساتھ بحیثیت قوم اس حقیقت کا اعتراف کر لیں کہ یہ بدترین تباہی ہمارے کردار و عمل کا فطری نتیجہ تھی۔ خواب غفلت اور بے حسی اس حد تک ہم پر طاری ہو چکی تھی کہ ہمیں جگانے کے لئے اتنا کچھ مٹانا ضروری ہو گیا!

ہم زلزلہ کے متاثرین کی بحالی ہی تک محدود کیوں ہیں' تو ذیلی مسئلہ ہے!!!

وہ جو اُجاڑنے پر قادر ہے' بسانا بھی اُسی کے دست قدرت میں ہے۔ محرومیوں کا ازالہ اور نقصان کی تلافی بجز اُس کی رحمت کے ممکن ہی نہیں ۔ ہماری نیت اور کوشش دیکھی جائے گی' جذبہ اور خلوص کام آئے گا۔ کمزور انسان اس کے سوا کر بھی کیا سکتا ہے!

زلزلوں کے خالق کی بارگاہ میں واپسی آج کرنے کا اصل کام ہے! اپنی بداعمالیوں' نالائقیوں' کوتاہیوں اور غفلتوں کا ادراک کر کے' ندامت کے ساتھ اس کی بارگاہ میں جھک جانا چاہئے۔ ندامت کا صرف ایک آنسو عمر بھر کی روسیاہیوں کو مٹانے کے لئے کافی ہے!

ہمیں تو آج تک رب العالمین سے ڈرایا جاتا رہا۔ بہت کم آگاہ تھے کہ رب العالمین سے ڈر کیسا۔ وہاں تو محبت ہی محبت' شفقت ہی شفقت ہے۔ رحمت کی انتہا ہے نہ کرم کی حد۔

آؤ! پلٹ کر دیکھیں' تھوڑا سا غور کریں۔ 58 سال قبل ستائیسویں شب مقدس کو اللہ کے نام پر صرف اور صرف "اسلام" کے عملی نفاذ کی خاطر یہ خطہ زمین حاصل کیا گیا تھا اور آج؟............ بدنصیبی کی انتہا دیکھیئے! اسلام کے نام پر حاصل کئے گئے اس ملک میں آج اسلام ہی اجنبی ہے' بے کس اور یتیم!!!

ہمارا مسئلہ یہ نہیں کہ ہم سے اسلام نافذ نہ ہو سکا' ہمارا المیہ تو یہ ہے کہ ہم یہ تک جاننے سے محروم رہے کہ اسلام درحقیقت ہے کیا!!!

بحیثیت قوم آج تک ہم نے اسلام کی حقیقی روح کو جاننے کی پرخلوص کوشش کی ہی نہیں۔ حالتِ زار یہ ہے کہ آج صدر مملکت سے لے کر عام آدمی تک ہر شخص کا فہم اسلام جدا جدا ہے۔ ہم اسلام کو زبانی کلامی دین حق کہتے ہیں' فضائل کا بیان بھی کرتے ہیں اور عبادات کا اہتمام بھی مگر جب عملی زندگی میں داخل ہوتے ہیں تو پھر قدم قدم پر سمجھوتے ہیں حالانکہ دین میں سمجھوتے نہیں چلتے اور جب سمجھوتے رہ پالیں تو پھر دین محض رسمی ہو کر رہ جاتا ہے۔ نتیجہ سامنے ہے آج دین حق کو ہم نے کچھ عبادات اور بہت سی رسومات کا مجموعہ بنا دیا ہے حالانکہ اسلام تو رسومات کو مٹانے آیا تھا! وقت آ گیا ہے کہ ہم غور کریں اور اگر اس قدر عظیم سانحے پر بھی ہم جزئیات میں الجھ گئے' عبرت پکڑی نہ سبق حاصل کیا تو پھر ہم پر وہی شعر صادق آئے گا جو بہت پہلے ایک صاف گو اور حقیقت پسند شاعر نے موہنجو داڑو کے کھنڈرات پر کھڑے ہو کر کہا تھا کہ

عبرت کی ایک چھٹانک برآمد نہ ہو سکی
کلچر اُبل پڑا ہے ٹنوں کے حساب سے

آدابِ شیخ

عظمت شیخ کے بغیر عبادت کر کے بھی دیکھی محبت شیخ کے اسیر ہو کر سجدوں کا لطف بھی پایا جیسے روتا بلکتا ہوا بچہ ماں کے سینے سے چمٹ کر سکون پا جاتا ہے۔ کچھ ایسی ہی کیفیت ہوتی ہے شیخ سے جتنی محبت جتنا خلوص ہوگا اتنا ہی اسرار الٰہی منکشف ہونگے اتنا ہی فیض ملے گا اور لکھنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ کسی دل کا دریچہ کھل جائے اور اعلیٰ حضرتؒ کے لگائے ہوئے اس شجر سایہ دار کی گھنی چھاؤں میں ہمیں بھی ہوا کے لطیف جھونکے ملیں اور خاتمہ بالخیر ہو۔

انور سعید
☆ ہری پور ہزارہ

حضرت شیخ المکرّم سے میری شناسائی 1974ء میں ہوئی جب میں اعلیٰ حضرتؒ سے بیعت ہوا۔ ان دنوں میں پشاور میں دوکان کرتا تھا۔ المرشد کے 2004ء فروری کے شمارہ میں میرا مضمون "من الظلمت الی النور" کے تحت شائع ہو چکا ہے چونکہ میں کچھ عرصہ سلسلہ عالیہ سے دُور رہا الحمدللہ بالکل علیحدہ نہ ہوا لیکن اس دوری پر اب پچھتاوا بھی بہت ہے۔ اعلیٰ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ "تصوف نرا ادب ہے۔ ذرا سی دراڑ پڑی تو فاصلے بڑھ جاتے ہیں"۔ ان باتوں کی اب سمجھ آتی ہے۔ مضمون لکھنے کا مقصد بھی صرف یہی ہے کہ شاید کسی دل میں اتر جائے میری بات اور نئے آنے والے احباب کیلئے مشعل راہ ہو اور وہ ان نعمتوں کو سمجھ سکیں۔

میں نے اعلیٰ حضرتؒ کے دنیا سے کوچ کر جانے کے بعد حضرت شیخ المکرّم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی لیکن اللہ معاف کرے وہ ادب نہ آ سکا جو اعلیٰ حضرتؒ سے تھا پھر اسی وجہ سے شاید دوری بھی ہوگئی۔ چند سال پہلے کی بات ہے میرے حالات کافی خراب ہو گئے تو میں نے شیخ المکرّم مدظلہ عالی کی خدمت میں خط لکھا آپکی طرف سے جو جواب موصول ہوا وہ آپ بھی پڑھیں اور غور کریں۔ فرماتے ہیں...... "حاجی صاحب السلام علیکم! آپ کا اور میرا رب ایک ہی ہے۔ میرا اور آپ کا رشتہ استاد شاگرد کا ہے میں نے جو کچھ آپ کو سکھانا تھا سکھا دیا۔ تکلیف آپ کو ہے مجھے نہیں، تہجد کا وقت قبولیت دعا کا ہوتا ہے۔ میرے خیال میں آپ نے تہجد چھوڑ دی ہے والسلام"۔ ان دنوں میں واقعی تہجد نہیں پڑھتا تھا خط پڑھ کر مجھے غصہ آیا (اللہ معاف کرے) کہ دعا کی ہی نہیں حالانکہ صاحب نظر کیلئے یہ خط کتنا پُر تاثیر تھا۔ لیکن مجھے سمجھ نہ آئی کچھ زمانے کی ٹھوکریں کھا کر اللہ نے جب دوبارہ صراط مستقیم پر گامزن کیا تو ساتھ اللہ نے محبت شیخ کا اسیر کر دیا۔ گذشتہ سال اپنی بیٹی کی شادی پر وسائل کی کمی کے بارے میں حضرت شیخ المکرّم کو خط لکھا تو جواب آیا...... "اللہ آپ کی مدد کرے" صرف اتنا ہی لکھا تھا۔ یقین کریں کہ بار بار خط کو پڑھا اور تقویت ملتی رہی۔ اللہ نے بہت آسانی بھی کر دی تھی۔ اب آپ اندازہ کریں پہلے خط میں توحید الٰہی کا ایسا جامع درس تھا جو سنہری حروف سے لکھنے کے قابل تھا۔ دوسرا خط بھی آپ نے پڑھا لیکن بھائی سمجھ تب آتی ہے جب شیخ سے خلوص ہو کچھ عرصہ پہلے میرے ساتھ ایک آدمی نے تلخ کلامی کی تو اس وقت مجھے شیخ المکرّم کا کسی سابقہ المرشد کے شمارہ میں لکھا ہوا واقعہ یاد آ گیا۔ کسی بزرگ کا آپ نے حوالہ دیا تھا کہ گائے کا دودھ دوہ رہے تھے کہ گائے نے لات مار دی۔ تو حضرت اٹھ کر نفل پڑھنے لگے۔ مریدوں نے عرض کی حضرت گائے نے لات ماری اور آپ نے نفل شروع کر دیئے۔ تو فرمانے لگے" گائے کی کیا جرات تھی لات مروائی گئی ہے۔ اپنے گناہوں سے توبہ کر رہا ہوں" تو مجھے بھی یہ خیال آیا کہ اس شخص کی کیا جرات تھی کہ ایسی بات کرتا۔ اپنے گناہوں کی سزا ہے شیخ سے

پُرخلوص تعلق ہوتو بندہ اپنا احتساب بھی خود کرتا ہے۔لیکن یہ بات تب بنتی ہے جب کسی اللہ کے پیارے مجاہد کی جوتیوں میں بیٹھنے کی سعادت نصیب ہو۔ ورنہ آدمی اپنے موحد ہونے کے تکبر میں ہی راندہ درگاہ ہو جاتا ہے۔ دنیا میں صحت اور بیماری تنگی اور وسعت آتی جاتی رہتی ہے لوگ بھی جعلی پیروں اور فقیروں کے چنگل میں پھنس جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ نعمت نایاب ہو چکی ہے اور ہیروں اور سنگ پارس کی بھی پہچان نہیں کر سکتے۔ میں ایسے گاؤں میں رہتا ہوں جہاں اکثریت عزیز و اقارب اور ملنے جلنے والے حضرات اہل حدیث ہیں۔ بڑی بحث کرتے ہیں خوب کچوکے بھی لگاتے ہیں۔لیکن ان بچاروں کا کیا قصور جس نے مدینہ دیکھا ہی نہ ہو وہ سحر مدینہ کے پُرکیف لمحات کیا بتائے گا۔عظمت شیخ کے بغیر عبادت کر کے بھی دیکھی محبت شیخ کے اسیر ہو کر سجدوں کا لطف بھی پایا جیسے روتا بلکتا ہوا بچہ ماں کے سینے سے چمٹ کر سکون پا جاتا ہے۔ کچھ ایسی ہی کیفیت ہوتی ہے شیخ سے جتنی محبت جتنا خلوص ہوگا اتنا ہی اسرار الٰہی منکشف ہونگے اتنا ہی فیض ملے گا اور لکھنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ کسی دل کا دریچہ کھل جائے اور اعلیٰ حضرتؒ کے لگائے ہوئے اس شجر سایہ دار کی گھنی چھاؤں میں ہمیں بھی ہوا کے لطیف جھونکے ملیں اور خاتمہ بالخیر ہو۔ اللہ ہم سب کو سمجھنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

ضروری گزارش

پاکستان بھر میں پی۔ٹی۔سی۔ایل کوڈ اور ٹیلی فون نمبر تبدیل ہو گئے ہیں۔ تمام ضلعی امرا اور صاحب مجاز حضرات سے گزارش ہے کہ اپنے اپنے اضلاع میں مراکز ذکر کے نئے کوڈ اور تبدیل شدہ ٹیلی فون نمبر درج ذیل اڈریس پر روانہ کریں تا کہ شائع کیے جا سکیں۔

دفتر المرشد اے۔ٹی۔ایم بلڈنگ پل کوریاں سمندری روڈ فیصل آباد

انا للہ وانا الیہ راجعون

1-واہ کینٹ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی غلام صادق صاحب کی اہلیہ محترمہ وفات پا گئی ہیں۔
2-حیدر آباد (سندھ) سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد شفیع شیخ منصوری صاحب کی والدہ محترمہ وفات پا گئی ہیں۔
3-ملتان کے ضلعی امیر سعید احمد صاحب کی والدہ محترمہ انتقال فرما گئی ہیں۔
4-ملتان میں سلسلہ عالیہ کے بزرگ ساتھی چوہدری افضل الحق وفات پا گئے ہیں۔
5-ڈومیلی ضلع جہلم میں سلسلہ عالیہ کے ساتھی صوبیدار قربان حسین صاحب کی والدہ محترمہ وفات پا گئی ہیں۔
6-بشیر احمد صاحب (پی۔اے۔ایف سرگودھا) کی والدہ ماجدہ وفات پا گئی ہیں۔
7-ڈسکہ (سیالکوٹ) سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی منظور احمد صاحب کے بھائی اور بہن وفات پا گئے ہیں۔
8-ہری پور میں سلسلہ عالیہ کے ساتھی حاجی غلام حیدر صاحب کی والدہ انتقال فرما گئی ہیں۔
9-محمد الیاس فاروق بھٹی اسلام آباد کا بھانجا محمد ندیم (راہوالی) باغ آزاد کشمیر میں حالیہ زلزلہ میں اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں۔
ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اطلاع

دار العرفان راولپنڈی تبدیل ہو کر اسلام آباد چلا گیا ہے جسکا ایڈریس اور فون نمبر درج ذیل ہے۔

ہاؤس نمبر 1، سٹریٹ نمبر 26، G-10/2 نزد کیانی مارکیٹ اسلام آباد
فون نمبر 051-2113490

ضرورت رشتہ

خوبصورت (بی اے، ایم اے) خاتون کا رشتہ درکار ہے۔ لڑکا بزنس مین ہے تعلیم میٹرک زمیندار دوسری شادی کا خواہش مند ہے بشمول بیوہ و مطلقہ

نوٹ:۔ سلسلہ کے ساتھیوں کو ترجیح دی جائیگی۔

برائے رابطہ:۔ صاحبِ مجاز ڈاکٹر محمود صاحب گوجرانوالہ
فون نمبر 0333-8106472 ،055-4449060

قتل موذی قبل ایذا

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو پیش آنے والا واقعہ حضرت جی اللہ یار خان قدس سرۃ العزیز کی زبانی پیش خدمت ہے کہ قارئین کرام اسے پڑھیں اور اس کے مفہوم سے مستفید ہوں امام اولیاء مجدد اعظم قلزم فیوض و برکات صدیق دوراں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے بے شمار قسم کی کرامات کا صدور ہوا۔ جن میں بڑی اور جامع کرامات میں سے روحانی بیعت کا حضور اقدس ﷺ کے دست اقدس پر کرا دینا اور کلام بالموتی اور کلام بالا رواح ہیں۔ اسی طرح اللہ نے حضرت جیؒ کو کشف صحیح کی کرامت سے نواز رکھا تھا۔ کہ روئے زمین کے سارے احوال آپؒ سے پوشیدہ نہیں رہتے تھے' بہ الفاظ دیگر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم لوگوں کو سر کی آنکھوں سے اس طرح صاف دکھائی نہیں دیتا ہو جس طرح آپؒ دل کی آنکھوں سے معائنہ فرماتے تھے' جس کا مشاہدہ اکثر مجالس ذکر اور صحبت میں ہوا کرتا تھا' اللہ کریم نے آپؒ کو ایسی زبردست روحانی قوت اور بصیرت عطا فرمائی تھی کہ آپ مستقبل میں ہونے والے واقعات اور صدیوں بلکہ ہزاروں سال پیشتر پیش آئے ہوئے واقعات اور معجزات کو من وعن یوں بیان فرماتے۔ جیسے آپؒ کی آنکھوں کے سامنے وہ سارا واقعہ ابھی اور اسی وقت ہو رہا ہو۔

اسی طرح شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا وہ واقعہ جو جنات کے بادشاہ کے ساتھ پیش آیا تھا وہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے غالباً 1978ء میں سالانہ اجتماع کے دوران حضرت امیر معاویہؓ کے فضائل پر خطاب فرماتے ہوئے مشاہدہ فرما کر بیان فرمایا۔

فرمایا کہ امام الہند شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ میں بیٹھا ایک کتاب دیکھ رہا تھا کہ سفید رنگ کا سانپ اچانک میرے سامنے آ گیا۔ میرے پاس قلم دوات کے سوا کچھ نہ تھا۔ میں نے وہی اٹھا کر دے ماری۔ اور سانپ مر گیا۔ اس کی موت کے بعد تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ میں نے دیکھا سانپ نہیں ہے۔ غائب ہو گیا ہے۔ میں سمجھا کہ کوئی بلی وغیرہ پکڑ کر لے گئی ہو گی۔ اس کے بعد تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی دروازہ کھولا۔ تو دو سپاہی کھڑے نظر آئے۔ کہنے لگے آپ کو بادشاہ سلامت بلا رہے ہیں۔ حیران ہوا اور کہا کہ میں فقیر آدمی ہوں۔ بادشاہ کو مجھ سے کیا کام ہو سکتا ہے تاہم اُن کے اصرار پر میں اُن کے ساتھ چل پڑا۔

جب شاہی محلات کے قریب پہنچے تو سپاہیوں نے اپنا راستہ بدل لیا اور ویرانے کو جانے والے راستے پر چل پڑے۔ یہ دیکھ کر میں نے انہیں کہا کہ شاہی محل تو یہاں ہے آپ انہیں چھوڑ کر جنگل اور ویرانے کی طرف کیوں جا رہے ہیں' وہ بولے آج بادشاہ سلامت نے شہر سے باہر دربار لگایا ہے' میں سمجھا کہ شکار پر گئے ہوں گے۔ اس لئے میں اُن کے ساتھ چل پڑا۔ کچھ دور جانے کے بعد جنگل میں منگل کا سماں دکھائی دیا۔ رات کے وقت بھی دن کی سی رونق تھی۔ پتہ چلا کہ یہ جنات کی آبادی ہے۔ کھلے میدان میں ان کے بادشاہ کا دربار لگا ہوا تھا۔ وہ لوگوں کی فریاد سُن کر دادرسی کے لئے جو کچھ کر سکتا تھا کر رہا تھا آخر میں مجھے بلایا گیا۔ میری باری آ گئی بادشاہ نے غضب ناک صورت میں مجھ سے کہا کہ بتاؤ تم نے کیوں قتل کیا ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے تو کسی کو قتل نہیں کیا۔ وہ بولا کہ تم نے کسی غیر انسانی مخلوق کو جان سے مارا ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں وہ تو سانپ تھا۔ میں نے اُسے مارا ہے' کہنے لگا کہ وہ سانپ نہیں جن تھا۔ یہ سن کر آپؒ نے فوراً حدیث مبارکہ پڑھی کہ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی دوسرے کی شکل بنائے گا......

(حضرتؒ جب یہاں تک پہنچے تو تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا اللہ۔ اللہ کہ وہ سارا واقعہ اب آنکھوں کے سامنے آ رہا ہے پھر آپ وہ سارا واقعہ دیکھ کر بیان فرماتے گئے۔)

کہ شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ میرے آقا محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا من قتل غیر...... جو دوسرے کی شکل بنائے گا۔ دوسرے کا حلیہ بنائے گا دوسرے کی صورت بنا کر سامنے آئے گا تو اس کا قتل حلال ہے' چونکہ یہ جن سانپ کی شکل میں آیا تھا۔ اس لئے قتل واجب اور خون حلال ہے۔

بادشاہ سمجھ گیا اور کہا کہ قاضی کو بلاؤ۔ قاضی آ گیا۔ فرماتے ہیں قاضی تقریباً ہزار سال کی عمر کا ہو گا۔ جس وقت قاضی سامنے آیا۔ بادشاہ ادب کی وجہ سے تخت سے نیچے اُتر آیا۔ اس بنا پر کہ یہ جن صحابی رسولؐ تھا اور عالم بھی تھا قاضی بھی تھا۔ قاضی تخت پر بیٹھ گیا۔ تو بادشاہ نے پھر مجھ سے کہا کہ آپ وہ حدیث مبارکہ پھر پڑھیں' میں نے پھر وہ حدیث پڑھی۔ قال النبیؐ قتل فی غیر............ جو شخص مارا جائے قتل ہو جائے اُس کی حالت اور حلیہ دوسری قوم کا ہو۔ تو اُس کا خون ضائع ہو گیا۔ اُس کا کوئی بدلہ اور جزیہ نہیں۔ اُس کا کوئی قصاص نہیں۔ بادشاہ سلامت نے قاضی سے پوچھا کہ کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

قاضی نے کہا میں نے خود محمد رسول اللہ ﷺ سے سُنا ہے کہ جب کوئی اپنی ہیبت بدل دے اور وہ اسی حالت میں مارا جائے تو وہ اپنے فرقے سے نکل جاتا ہے۔ اُس پر کوئی قصاص اور بدلہ نہیں چنانچہ امام الہند شاہ ولی اللہؒ اس قتل کے الزام سے بری ہو گئے اور انہیں گھر جانے کی اجازت دے دی گئی۔ واپسی پر شاہ صاحب گھر جاتے ہوئے بڑے خوش تھے کہ انہوں نے آج اُس ہستی (قاضی جنات) کو دیکھ لیا ہے۔ جو رسول اکرم ﷺ کا دیدار کر چکا ہے۔ اسی لئے شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں' میں تابعی ہوں۔ میں نے صحابی رسولؐ کو دیکھا ہے۔ سبحان اللہ۔

مراسلہ: عبدالرحمٰن جامی' لاہور

طب و صحت

سردرد

ڈاکٹر محمد اقبال ظفر
☆..................اوکاڑہ

سردرد بذات خود کوئی بیماری نہیں۔ بلکہ بعض امراض کی یہ ایک علامت ہوا کرتی ہے۔ بالخصوص دماغی امراض۔ اسکی کئی اقسام ہیں مثلاً

اقسام واسباب

1- دردسر عصبی
2- دردسر دموی
3- دردسر صغراوی
4- دردسر سادہ
5- درد شقیقہ
6- دردسر نفسیاتی
7- دانت کی انفکشن
8- مختلف بخار
9- نزلہ
10- کان اور معدہ کی تکلیف
11- کثرت مجامعت
12- نظر کی خرابی
13- بلڈ پریشر میں کمی یا زیادتی
14- جوڑوں کے امراض
15- شدید سردی یا شدید گرمی کا لگنا
16- چوٹ لگنا
17- دماغی محنت
18- ڈپریشن
19- ناپسند ماحول
20- بے راہ روی

علامات:- ☆ درد شروع ہونے سے پہلے طبیعت سُست ہوجاتی ہے۔ ☆ کبھی معمولی سردرد۔ ☆ بوجھ اور بھاری پن ہوتا ہے۔ ☆ کبھی اس کا دورہ ہوتا ہے۔ ☆ سر گھومتا ہے۔ ☆ آنکھوں کے آگے چنگاریاں اڑتی نظر آتی ہیں۔ ☆ پھر درد شروع ہوجاتا ہے۔ ☆ کچھ دیر بعد نہایت شدید سردرد شروع ہوجاتا ہے۔ ☆ ایسے جیسے سر پھٹتا جاتا ہے۔ ☆ حرکت کرنے سے مریض کا سردرد زیادہ ہوجاتا ہے۔ ☆ شور اچھا نہیں لگتا۔ ☆ روشنی برداشت نہیں ہوتی۔ ☆ اکثر ایک جانب ہوتا ہے۔ ☆ کبھی سر کے درمیان ہوتا ہے۔ ☆ کبھی پوری کھوپڑی میں۔ ☆ مریض سر پر دوپٹہ یا پٹی کس کر باندھتا ہے۔ ☆ سر پر مکے مارتا ہے یا دوسروں کو کہے گا مکے مارو ☆ سر کو تکیے میں گھسیڑتا ہے۔ ☆ جی متلاتا ہے۔ ☆ کبھی اُلٹیاں ایک یا دو آجاتی ہیں۔ ☆ جب درد جانے لگتا ہے تو مریض کو نیند آجاتی ہے اور جب جاگتا ہے تو تندرست ہوتا ہے۔ ☆ کبھی تھوڑی دیر سے دو تین دن تک متواتر رہتا ہے۔ ☆ پھر چند دنون بعد یہ حالت پھر ہو جاتی ہے۔ (دورہ)

علاج

روحانی علاج۔ طبِ نبوی

☆ قلبی ذکر اس کا مکمل علاج ہے اس کے ساتھ دوا کو بطور سہارا استعمال کریں۔

☆ کلونجی آدھ گرام پیس کر یا چبا کر ہفتے میں صرف ایک خوراک پانی یا شہد یا گڑ کے شربت کے ساتھ۔

☆ مہندی۔ ہاتھ پاؤں اور سر پر مہندی لگانا۔

ڈاکٹری علاج

1-Tab Paracetamol 250mg+ Diazapam2 mg

فوری طور پر یا دورہ کی صورت میں۔

-2Tab Caflam 50 mg 1+1

-3 Tab Tofranil 25 mg 01-HS

OR

Tab Lenton 10 mg 01-HS

OR

Tab Nervin 0.5 mg 01 - HS

(آدھ + آدھ دن میں دو بار)

-4 SYP Lederplex 2/ TSFx BD.

اس کے علاوہ جسم پر کوئی شکایت ہو تو اسکا علاج

IGNETIA-30 غم ۔ بچھڑنے کا غم۔ ماں کو خدانخواستہ اولاد کے فوت ہونے یا جدائی کا غم۔ جذباتی دھچکا۔ وغیرہ مرد عورت بچے سب کیلئے دن میں تین بار۔ یا دو گھنٹے بعد یا ہر آدھ گھنٹے بعد حسب نوعیت

HELLEBORUS-30 کوئی بھی وجہ ہو جب دماغ متاثر ہو۔ دماغی کمزوری' اعصابی کمزوری نظر کی کمزوری' کانوں کے امراض' آسیب اور جنات کا شک دماغی ابتری' سردی یا گرمی کا اثر تیز بخاروں کے اثرات نفسیاتی امراض۔ شدید غصہ سر پر پٹی باندھنا' سر پر مکے مارنا' دورہ یا بغیر دورہ کے شدید سردرد۔

پرہیز۔ مریض کو شور وغل۔ غم اور غصہ سے بچایا جائے۔

☆......موسم کے مطابق دیکھ بھال۔ ☆......نرم غذا۔ ☆...... جھگڑا نہ کیا جائے۔ ☆......کھلی فضا یا ہوادار کمرے میں رکھا جائے۔

غذا۔ زود ہضم اور نرم غذا

..........☆☆☆☆☆..........

☆☆☆☆☆

اصل و نقل کی حقیقت

صحبت بد سے صرف بچنے پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ صالح لوگوں کی تلاش کر کے ان کے صحبت میں بیٹھنے کا بھی اہتمام کیا جائے کیونکہ صرف تخریب سے بچنا ہی ضروری نہیں بلکہ تعمیر کا عمل جاری رکھنا بھی ضروری ہے تا کہ قرب و ترقی کی طرف قدم بڑھتے رہیں۔

کنز الطالبین

تعاون
احمد دین ٹیکسٹائل ملز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
مینوفیکچررز آف پی سی یارن
پُل کوریاں، سمندری روڈ فیصل آباد فون 041-2667571 041-2667572

اخذ فیض کے لئے طالب کا صرف متوجہ ہونا کافی نہیں بلکہ اس امر کی بھی ضرورت ہے کہ اعمال کے ذریعے اپنے اعضاء اور جوارح میں' اپنے وجود میں اخذ فیض کی استعداد پیدا کرے۔ ان اعضاء اور جوارح سے اعمال صالح کے لئے اکل حلال شرط ہے' طیب غذا درکار ہے تاکہ اس سے خون صالح پیدا ہو جو جسم میں اعمال صالح کی تحریک پیدا کرے۔ حرام غذا سے جو خون پیدا ہوگا وہ لازماً اعمال بد کے لئے محرک ہوگا۔

کنز الطالبین

تعاون

اسلم ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

مینوفیکچررز آف پی سی یارن

پُل کوریاں' سمندری روڈ فیصل آباد فون

041-2667571

041-2667572

قسط نمبر 1

سلسلہ وار........

قلزم فیوضات حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمتہ اللہ علیہ

کی مبارک زندگی کے احوال

تاریخ تصوف میں اپنی نوعیت کی واحد اور منفرد سوانح

''حیاتِ طیبہ''

سے اقتباس......

پیش لفظ

کسی صاحبِ عزیمت ہستی کے حالات وواقعات تاریخ کے سپرد کرنے کے لئے فن سوانح نگاری کا وسیع تجربہ چاہیے۔ سوانح نگار کو اس شخصیت کا ذاتی تقرب حاصل رہا ہو اور اس کے متعلق براہ راست معلومات رکھتا ہو تو یہ ایک اضافی خصوصیت ہوگی وگرنہ ان لوگوں سے استفادہ ضروری ہوگا جو مطلوبہ معلومات کے امین ہوں۔ اب سوانح نگار اگر اپنے ذخیرہ معلومات کو اس طرح صفحہ قرطاس پر منتقل کر سکے کہ دوران مطالعہ اس ہستی کی معیت کا احساس ہونے لگے تو شاید سوانح نگاری کا حق ادا ہو سکے۔ یہ معیار تو ان شخصیات کی سوانح کے لئے ہے جن کا تعلق صرف ظاہری حالات وواقعات سے ہو لیکن یہاں جس تاریخ ساز ہستی کی سوانح لکھنا مقصود ہے اس کی شخصیت حالات ظاہر سے کہیں زیادہ باطنی احوال پر محیط ہے جن کے ادراک کے لئے نگار بصیرت بھی چاہیے۔

حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمتہ اللہ علیہ نے اہل خاندان اور عزیز واقارب کے درمیان عمر بسر کی لیکن کیا وہ آپؒ کو پہچان سکے؟ ان لوگوں نے آپؒ کا ظاہر تو دیکھا لیکن احوال باطن کو سمجھنا ممکن نہ تھا۔ یہاں اس ہستی کی پہچان کا معاملہ تھا جو مجدد طریقت تھی، قلزم فیوض وبرکات تھی، جس نے اہل دل پیدا کئے اور ان کی قافلہ سالاری کی۔ جس کے احوال بارگاہ الٰہی اور دربار نبوی ﷺ سے تعلق رکھتے تھے۔ یہاں سوانح نگار کے لئے اصل آزمائش یہ ہوگی کہ ان باطنی احوال کو اس طرح الفاظ کا جامہ پہنائے کہ کیفیات وبرکات بھی الفاظ کے ذریعے قاری کے دل تک پہنچ سکیں۔ یقیناً یہ کام ادب اور فن سے الگ چیز ہے جو بجز تائید الٰہی ممکن ہی نہیں۔ اس ہستی کی سوانح تاریخ کے سپرد کرنا راقم کے بس کی بات نہ تھی لیکن جب شیخ المکرم نے اس کام پر لگا دیا تو ان کی توجہ سے توفیق بھی عطا ہوئی۔ دوران تحریر بار ہا ایسے واقعات پیش آئے جو تائید الٰہی کا مظہر تھے اور ان کی صورت حوصلہ افزائی ہوتی رہی۔ حضرت جیؒ کے شاگرد اول قاضی ثناء اللہؒ (لیٹی والے) کا تذکرہ ''خشت اول'' کے عنوان سے ایک الگ باب میں کیا گیا ہے۔ آپؒ سے ان کے رابطہ کا سال ایک غلط العام روایت کے مطابق 1952ء لکھ دیا گیا۔ اس باب

کی پروف ریڈنگ کے دوران اتفاقاً حضرت جیؒ کی ایک نایاب کیسٹ آن کردی تو آپؒ اسی حوالے سے فرما رہے تھے۔

''ابتدا کا واقعہ ہے، تبدیلی ملک کے دوران''

اس طرح درست سن کا تعین ہوگیا یعنی 1947ء۔ یہ کیسٹ 1978ء کی ریکارڈ شدہ تھی اور اسے آن کرتے ہوئے وہم وگمان بھی نہ تھا کہ موضوع سخن کیا ہوگا لیکن دوعشروں سے زائد پرانی کیسٹ کا ٹھیک اس مقام سے آغاز کہ حضرت جیؒ کی زبان مبارک سے غلطی کی تصحیح ہوگئی، یہ محض اتفاق نہیں بلکہ تائید باری تعالیٰ کی ایک صورت تھی۔

مشائخ سلسلہ عالیہ کے حالات تحریر کرتے ہوئے حضرت ابوایوب محمد صالحؒ کے حالات تاریخ تصوف میں تلاش بسیار کے باوجود نہ مل سکے۔ ہرات (افغانستان) میں ایک صاحب کو ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ شیخ ہرات مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کے شاگردوں کی تاریخی سرگزشت میں تلاش کریں لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ محترم حافظ عبدالرزاق صاحب سے ملاقات کے دوران معلوم ہوا کہ حضرت جیؒ نے قلمبند کرائے تھے اور ان کی کسی ڈائری میں محفوظ ہیں۔ حافظ صاحب کی درجن بھر ڈائریوں میں سے ایک ڈائری اٹھائی تو اللہ کی شان، جو صفحہ سامنے آیا اس پر حضرت ابوایوب محمد صالحؒ کا ہی تذکرہ تھا۔

ایسے کئی واقعات ہیں جنہیں قلمبند کرنے کے لئے ایک طویل باب چاہئے لیکن یہاں ایک واقعہ بیان کرنا ضروری ہوگا جو قرآن حکیم کے ذریعے تائید الٰہی کا مظہر ہے۔ باب ''خشت اول' تحریر کرتے ہوئے سورۃ الحشر کی اکیسویں آیت نقل کرنے کے بعد ترجمہ دیکھنے کے لئے قرآن حکیم کھولا تو جس آیت پر پہلی نگاہ پڑی، وہ مطلوبہ آیت ہی تھی۔ یہ کلام اللہ کا اعجاز تھا اور نصرتِ الٰہی کا واضح اشارہ بھی۔

اہل فن کے ہاں سوانح نگاری کا اسلوب کیا ہوتا ہے؟ اس سے قطع نظر اس سوانح کا اپنا ہی اسلوب ہے۔ حضرت جیؒ کے حالات اگرچہ واقعاتی ترتیب کے مطابق بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن کئی مقامات پر ابواب کی مناسبت سے ایک طرح کے واقعات یا مضامین کو اکٹھا کردیا گیا ہے تاکہ ربط قائم کرنے میں دقت نہ ہو۔

حضرت جیؒ کی تعلیمات کے لئے سوانح کا حصہ دوئم مخصوص ہے۔ تاہم اصل مقصد چونکہ تاریخ رقم کرنا نہیں بلکہ حضرت جیؒ کی دعوت پیش کرنا بھی ہے، اس لئے واقعات کے ساتھ ساتھ آپؒ کی تعلیمات بھی نظر آئیں گی۔

سوانح میں حضرت جیؒ کے چند مایہ ناز شاگردوں کے حالات بھی الگ ابواب کے تحت بیان کئے گئے ہیں، بالخصوص حضرت امیر المکرم کا تذکرہ جا بجا نظر آئے گا۔ یہ اس لئے ضرور تھا کہ ایک مصور کے شاہکار اس کی عظمت کی بہترین عکاسی کرتے ہیں۔

تصوف پر لکھی گئی اکثر کتب اپنے ادوار میں ہدف تنقید بنیں جبکہ آج یہی کتب اس موضوع پر سند کا درجہ رکھتی ہیں۔ انتہائی معتدل انداز میں گرفت کی صورت یہ ہوا کرتی تھی کہ خواص کے معاملات کو عوام کے سامنے کیوں پیش کیا گیا یہ درست ہے کہ سلف نے احتیاط کے پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے احوال باطنی کو اشاروں کناروں میں بیان فرمایا لیکن حضرت جیؒ کی سوانح میں احتیاط کا دامن بارہا چھوٹتا نظر آئے گا یقیناً یہ انداز سلف کی محتاط تحریروں سے ہٹ کر ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت جیؒ کے مزاج کے خلاف ہوتا۔

تابعین کرامؒ کے دور کے بعد حضرت جیؒ کے ہاتھوں پہلی مرتبہ ولایت خاصہ کو بلا امتیاز خاص وعام میں بٹتے ہوئے دیکھا۔ جب ولایت لٹانے

میں آپؒ نے کوئی امتیاز برتا' نہ احوال باطنی کے اظہار کو خواص تک محدود رکھا تو آپؒ کے احوال بیان کرتے ہوئے خاص و عام میں تفریق اور حدود و قیود کا اطلاق کیوں ہو۔ حضرت جیؒ اکثر فرمایا کرتے' کیا تصوف' دین کا حصہ نہیں؟ اگر ہے تو کیا اس کا اخفا دین کا اخفا نہ ہوگا؟ اور اگر یہ دین کا حصہ نہیں تو اس پر عمل کیوں ہو؟

احوال باطنی سمجھنے میں اشکال پیدا ہو سکتے ہیں لیکن اسے انکار کی دلیل قرار نہ دیا جائے۔ بہت سے ظاہری امور ایسے بھی ہیں جو ہر کس و ناکس کی سمجھ سے بالاتر ہونے کے باوجود تسلیم کئے جاتے ہیں۔ پھر سمجھ نہ آنے کی صورت احوال باطنی کا ہی انکار کیوں؟ چونکہ ان احوال کا ادراک ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ علوم باطنی اور علم لدنی کے بغیر ممکن نہیں' اس لئے اعتراض یا انکار کی بجائے اس شعبہ کے حاملین سے رجوع کیا جائے تو انشراح صدر کی امید کی جا سکتی ہے حضرت جیؒ ایسے معترضین کے لئے فرمایا کرتے۔

''لاعلمی عدم وجود کی دلیل نہیں۔ گھوڑا بھی حاضر اور میدان بھی' آؤ اور خود محنت کرو۔ اللہ تعالیٰ باطنی امور کی سمجھ عطا فرما دے گا''۔

دوران مطالعہ سلسلہ عالیہ کی برکات نصیب ہوں تو خیال رہے کہ ادراک نعمت کے بعد منبع فیض سے روکنا شیطان کی اولین ترجیح ہوگی۔ اس صورت میں وساوس شیطانی سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں' سلسلہ عالیہ سے رابطہ بھی نصیب ہوگا اور توفیق عمل بھی۔ شیطانی وساوس سے حفاظتِ الٰہی کے لئے حضرت جیؒ ذکر شروع کرنے سے قبل اکثر یہ قرآنی دعا پڑھا کرتے۔

وقل رب اعوذ بک من همزت الشیطٰن ○

واعوذ بک رب ان یحضرُون ○

''اور کہیے' اے میرے رب! میں شیاطین کے ہمزات سے پناہ مانگتا ہوں اور اے میرے رب! اس بات سے کہ وہ میرے قریب پھٹکیں''۔

آخر میں ایک اہم اعتراف' حضرت جیؒ کے احوال تاریخ کے سپرد کرنا راقم کے بس کی بات نہ تھی لیکن اس سے بھی مشکل بلکہ ناممکن کام برکات اور کیفیات کو صفحہ قرطاس پر منتقل کرنا تھا۔ اس کے لئے حضرت جیؒ اور حضرت امیر المکرّم کے الفاظ و مفاہیم کا سہارا لینے کی کوشش کی گئی ہے جو ترسیل فیض اور تربیت قلوب کا واسطہ بنیں گے' ان شاءاللہ۔

توفیق باری تعالیٰ سے یہ کاوش پایہ تکمیل کو پہنچی۔ اپنی لغزشوں اور کوتاہیوں کا اعتراف کرتے ہوئے عفو و کرم کا طلب گار ہوں کہ سند قبولیت عطا ہو جائے۔ اس کام میں برادرم انور علی شاہ صاحب نے قدم قدم معاونت کی' اللہ تعالیٰ ان کی محنت بھی قبول فرمائے۔ آمین ا

وما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکلت والیہ انیبُ

ابوالاحمدین

دارالعرفان' منارہ

ضلع چکوال' پاکستان

(جاری ہے)

قسط نمبر 6

سلسلہ وار ....

فرض کی بجا آوری اور مشن کی تکمیل مین جہاں نوردی کے دوران امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ' کی نگاہِ بصیرت نے کیا دیکھا؟ اچھوتے قلم نے کیسے بیان کیا؟......

پیش خدمت ہے' سفرنامہ

''غبارِ راہ''

موت سے زندگی تک

آج اگر چہ درد ہوا مشکل لگا مگر اللہ کریم کی عطا سے عمرہ پیدل چل کر ہی پورا کر لیا ہے۔ طواف اور سعی بھی کچھ' الحمد للہ!

رات لندن سے آنے والے احباب میں سے ایک ڈاکٹر صاحب نے کچھ دوائیاں کھانے کو دیں ایک ٹیکہ بھی کیا۔ مرہم بھی لائے تھے۔ بہر حال اُمید ہے کہ اللہ کریم ان چیزوں کو مزید صحت یابی کا سبب بنا دیں گے۔ آج فجر کی نماز درست طریقے سے ادا کی۔ پہلے تو کُرسی پر بیٹھ کر اشارے سے پڑھتا تھا۔ پھر جب افاقہ ہوا تو کل کا دن فرش پر بیٹھ کر بائیں ٹانگ آگے لمبی کر کے اشارے سے پڑھی اور آج بفضل اللہ تعالیٰ درست طریقے سے ادا کر لی۔

رات کرنل صاحب جدہ چلے گئے تھے۔ صبح کینیا کے سفارتخانے جائیں گے اگر ویزے لگ گئے تو ٹھیک' ورنہ پھر شاید سب کو جانا ہوگا۔

آج ابھی دن شروع ہو رہا ہے صبح کے ذکر کے بعد نماز فجر اور ابھی ابھی درس سے فارغ ہوا ہوں۔ آج کا موضوع ''رحمت الٰہی'' تھا جس میں ربوبیت پر کچھ بات ہوئی کہ کس انداز سے ایک ایک ذرا مائع گیس اور مختلف روپ دھارتا ہوا کبھی پھل' پھول اور کبھی غذا بن کر اس جسم انسانی تک پہنچتا ہے جہاں اس کی ضرورت ہے یا جس جگہ پہنچانے کیلئے اسے پیدا فرمایا گیا۔ یہ اس قدر مربوط اور درست نظام ہے کہ نہ کوئی تنکا فالتو پیدا ہوتا ہے نہ کسی کی کمی کا اندیشہ اور جہان کی ہر ٹوٹ پھوٹ کسی نئی تعمیر کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ یہ ہماری کوتاہ بینی ہے کہ اپنے جیسے انسان کو توڑ پھوڑ کرتے دیکھیں۔ بشرطیکہ وہ کاریگر ہو تو جان لیتے ہیں کہ لکڑی کے ٹکڑوں کو کاٹنے والا فرنیچر بنا لے گا۔ یا کپڑے کو بے دردی سے کاٹنے والا اسے لباس کا روپ دے گا مگر جب اللہ کی طرف سے خزاں آتی ہے تو اسے بہار کے آنے کی دلیل کیوں نہیں سمجھ پائے دراصل اس

میں ایک وجہ خود ہماری دست درازیاں بھی ہیں۔اور جوٹوٹ پھوٹ ہمارے گناہوں کے نتیجے میں واقع ہوتی ہے وہ نری توڑ پھوڑ ہی ہے۔
قرآن حکیم نے اُسے فساد کے الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے۔کہیں فساد سے روکا ہے تو دوسری جگہ فساد کو انسانی اعمال بد کا ثمر قرار دیا ہے ورنہ اللہ تو اتنا کریم ہے کہ فرعون جیسے ظالم، متکبر، بدکار اور بُرائی کے نمونے کے پاس انبیاء کو تاکید فرما کر بھیجا کہ اس سے بات نرم لہجے میں کیجئے گا اور اسے بھی موسےٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو تیرا تزکیہ کردوں کہ تجھے واصل باللہ کردوں' اللہ کے اس قدر قریب کردوں کہ تجھے اُس سے حیا آنے لگے۔یہاں نبی مبعوث فرمایا تو پیکر رحمت ﷺ جس کی بعثت ہی ساری انسانیت کے لئے تھی۔صرف ایک پہلو پر غور فرمائیے کہ جب آپ ﷺ مبعوث ہوئے تو ذرائع نقل وحمل آج کی طرح نہ تھے۔صدیوں بعد موٹر اور پھر جہاز کا دور آیا مگر اس تبدیلی نے زمین سمیٹ دی اور ساری انسانیت ایک کنبہ بن گئی ہے۔آدمی صبح ایک ملک میں کرتا ہے تو شام دوسرے ملک میں۔اگر آج یورپ میں نبی اور ہوتا اور ایشیا میں کوئی دوسرا تو آدمی کس کس سے دین کے ارکان کی تعلیم حاصل کرتا اور کیسے عمل کرتا مگر ضرورت بہت بعد میں آئی۔تکمیل کا سامان پہلے مہیا فرما دیا۔اگر غور کریں گے تو یہی شفقت ہر سمت لُٹتی نظر آئے گی۔اپنے نبی ﷺ کو وہ قلب اطہر بخشا کہ کافر کے لئے بے چین ہوتا ہے اور یہ خیال فرماتے ہیں کہ میرے مبعوث ہونے کے بعد بھی یہ بے نصیب بخشش سے محروم چلا جائے گا۔ایذا دینے والوں کو دعا سے نوازتے ہیں اور دشمنوں تک کو اپنے احسانات سے محروم نہیں فرماتے۔

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

پھر کوئی مشکل کام یا انہونی بات کرنے کا حکم نہیں دیتا بلکہ جو کام کسی کے بس کا نہیں وہ اس کا ذمہ دار بھی نہیں۔ہاں! جو کچھ کرنا چاہتا ہے وہ اس طریقے سے کرے جو اللہ کریم نے بتایا ہے اس لئے کہ وہ صحیح طریقہ ہے اور ہمیشہ صحیح طریقہ ہی سہل بھی ہوتا ہے پھر اس پر دائمی اور ابدی رضا مندی بطور انعام بھی ہے لیکن اگر کوئی غلط روش اپنائے گا تو دنیا میں بھی مشکلات کا سامنا کرے گا اور ابدی زندگی بھی تباہ کرلے گا۔اسلام نے دنیا سے منع نہیں فرمایا بلکہ جس طرح ہر چیز کا موجد اس کے ساتھ طریقہ استعمال بتاتا ہے اور ہم زندگی بھر اس کی پابندی کرتے ہیں۔
اس جہان کے خالق نے بھی اس کا طریقہ استعمال ارشاد فرمایا ہے اور یوں اپنی رحمتیں لٹائی ہیں اور دین جسے نادانی سے ہم نے بوجھ سمجھ رکھا ہے' ہماری انتہائی ضرورت ہے مگر اس کا احساس تب ہی ممکن ہے جب کوئی ذرہ معرفت باری کا نصیب ہو آدمی اپنے خالق کو اپنی حیثیت کے مطابق سہی' پہچانے تو۔اگر یہ دولت نصیب ہو تو اللہ کریم سے محبت نصیب ہو جاتی ہے اور اس کی اطاعت اور یاد کے بغیر زندگی کا کوئی تصور نہیں رہتا۔ایک عجیب بات کہ اللہ کریم سے ڈرنے کا حکم ہے اور نبی رحمت ﷺ بشارت دینے والے اور ڈر سنانے والے بھی ہیں۔تو میری ناقص رائے میں اُردو کا لفظ ڈر مفہوم کو ادا نہیں کر پا رہا۔دراصل اللہ سے ڈر اس بات کا کہ رابطہ خراب نہ ہو' بھی محبت کی اک ادا ہے اور آپ کا مقام

عالی کہ آدمی جو کچھ آج کر رہا ہے اس کے نتیجے میں جو نقصان قیامت کے روز اس کے سامنے آئے گا' اسے مطلع فرماتے ہیں' یہ ادا بھی شفقت بھری ہے۔ اللہ کریم اپنی اور اپنے حبیب ﷺ کی محبت و اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آج ظہر کے بعد عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ رب جلیل کا شکر ہے کہ آسانی سے کر لیا' حرم پاک میں بدستور بھیڑ ہے۔ کہتے ہیں آجکل سکول بند ہو جاتے ہیں اور ملک بھر سے عرب یہاں جمع ہو کر عمرے بھی کرتے ہیں' خرید و فروخت بھی اور یہاں کے مزیدار موسم کا لطف بھی اٹھاتے ہیں' دوسرے علاقوں میں سردی شدید ہے تو میں سوچ رہا تھا کہ چلو! پکنک ہی سہی مگر بیت اللہ کی زیارت' نماز کی باقاعدگی اور طواف وسعی کے مزے بھی تو لوٹ رہے ہیں۔ اگر یہ پکنک ہی ہے تو بہت مبارک ہے۔

کرنل صاحب کل جدہ تشریف لے گئے۔ کینیا کا ویزہ نہیں لگا تھا کہ پتہ کر لیں۔ وہاں سے اطلاع لائے کہ ان کا سفارت خانہ ریاض میں ہے لہذا پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی کرنا پڑی کہ ہم پہلے ابوظہبی جائیں۔ وہاں سے ویزا لے کر کینیا اور کینیا سے سیدھے کراچی۔ چنانچہ ازسرِنو پروازوں کا جائزہ لیا گیا اور اس کے مطابق پروگرام طے ہوا۔ اب دعا یہ ہے کہ اللہ کرے اس کے مطابق جہازوں میں جگہ مل جائے۔

آج زیارت کا پروگرام تھا۔ تقریباً نو بجے گھر سے احرام باندھ کر نکلے' کچھ کاریں احباب کے پاس تھیں اور باقیوں کے لئے کرائے کی گاڑیاں حاصل کی گئیں یوں یہ قافلہ شوق جبل ثور کے دامن میں جا ٹھہرا۔ نیچے سڑک سے اس چوٹی کی زیارت کی جس کی ظاہری بلندی بھی آسمان کو چھو رہی تھی اور مقام و مرتبہ جو اللہ نے اُسے بخشا ہے اس میں بھی کوئی دوسرا شریک نہیں۔

شاید اس موضوع پر پہلے کئی بار لکھ چکا ہوں بس اپنی حالت پہلی سی نہیں' کبھی غار ثور تک جایا کرتے تھے پھر آدمی پہاڑی چڑھ کر دعا کر لیا کرتے تھے اور آج سڑک پر کھڑے کھڑے دامن پھیلا دیا۔ وہاں سے روانہ ہوئے تو باہر سے ہوتے ہوئے مسجد نمرہ' عرفات میں پہنچ گئے۔ سعودیہ نے سڑکوں کا جال بچھا دیا ہے اور ایک دوسری کو پلوں کے ذریعے اوپر نیچے سے اس طرح گزارا ہے کہ لاکھوں موٹروں کو بھی کوئی دقت نہیں ہوتی۔ وہاں سے نکل کر جبل رحمت پر پہنچے' دعا کی' نیچے مسجد نمرہ تک میدان عرفات اب ہرے بھرے درختوں سے بھر چکا ہے' پھر مشعر الحرام آ کر رُکے اور منیٰ سے ہوتے ہوئے کوہ حرا کے دامن میں دعا کی۔

یہ سب کچھ' یہاں پہ کئے جانے والے اعمال کی تفصیل امریکن نو مسلموں کے لئے باعث حیرت تھی جو پہلے ہی بیت اللہ شریف کی عظمت اور مسلمانان عالم کے اجتماع سے حیران تھے۔ غرض ظہر کی اذان ہوئی تو ہم عمرہ ادا کر چکے تھے نماز ادا کر کے مکان پر آ گئے۔ آج صبح کے درس قرآن کا خلاصہ بھی عرض ہے تو ہمارا آج کا موضوع ذکر الٰہی تھا۔ آیت کریمہ جس کا مفہوم اس طرح سے ہے کہ

''اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کثرت سے کرو اور صبح و شام اُس کی پاکی بیان کیا کرو' وہ تم پر رحمت نازل فرماتا رہتا ہے اور اُس کے فرشتے تمہارے لئے طلب رحمت کرتے ہیں تاکہ تمہیں ظلمت سے نور کی طرف نکالے اور مومنوں سے بہت رحم کرنے والا ہے اور جس دن اس کی

بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ انہیں سلام تحفہ میں ملے گا اور اُن کے لئے بہت بڑا اجر و انعام ہے۔''

دو باتیں ہر معاشرے کی بنیاد ہوتی ہیں' اول معاشی نظام اور دوسری نظریاتی اساس۔ اسلام کا معاشی ڈھانچہ اس بات پر استوار ہے کہ طلب رزق حلال اور کسب حلال فرض ہے مگر یہ فرض صرف کتابوں میں پڑھا پڑھایا جاتا ہے کسی تقریر میں بھی سننے کا اتفاق نہیں ہوا اور فکری بنیاد ہے یادالٰہی کہ مومن ہر آن اٹھتے بیٹھتے سوتے جاتے' اللہ کی یاد سے دل کو روشن رکھے۔ ہماری بدقسمتی کہ ہم اسے بھی بڑی حد تک کھو چکے ہیں اور نماز' روزہ یا تسبیحات یا تلاوت جو بھی نصیب ہو جائے اُسے ہی ذکر جان کر کافی سمجھ بیٹھے ہیں۔

اس حد تک یہ بات درست ہے کہ یہ سب بھی ذکر الٰہی ہے مگر اس سب کے ذکر الٰہی بنانے کے لئے زبانی ذکر کو اور ذکر الٰہی بنانے کے لئے دل کا ذاکر ہونا شرط ہے۔ اگر دل ذاکر ہے تو پھر یہ سب ہی نہیں۔ ہر عمل جو ہم شریعت کے مطابق کرتے ہیں ذکر ہے اور ہر کام جس سے شریعت روک دے' نہ کرنا ذکر ہے اور اگر دل ذاکر نہ ہو تو یہ محض ضابطے کی کارروائی رہ جاتی ہے اس پر وہ نتیجہ مرتب نہیں ہوتا جو واقعی ہونا چاہئے مثلاً قرآن میں ارشاد ہے کہ نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔ عجیب بات ہے آج کے نمازی کا تو یہ حال نہیں اور یہی صورت حج اور رمضان یا تلاوت کی ہے اس لئے کہ ان سب کی روح ذکر قلبی ہے۔ جس کا حکم خود رسول اللہ ﷺ کے لئے موجود ہے کہ اپنے رب کے نام کی تکرار فرمائیے اور سیرت پاک میں وارد ہے کہ آپ ﷺ ہر حال میں اللہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔

آج کا مسلمان پوچھتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ذکر کرتے تھے؟ جن کے بارے میں اللہ کریم کی شہادت کتاب اللہ میں موجود ہے کہ ان کی کھالیں اور دل اللہ کا ذکر کرنے والے بن گئے۔ یعنی کھال سے لے کر نہاں خانہ دل تک ہر بال ہر ہڈی ہر قطرہ خون تک ذاکر تھا۔

افسوس! کہ آج ہم اس عظیم دولت سے خالی رسومات پر لڑ جھگڑ رہے ہیں۔ اللہ کریم ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے کہ ارشاد ہے کثرت سے اللہ کا ذکر کرو' یعنی زندگی بھر جتنے کام کرو اُن میں سب سے زیادہ جو کام کیا ہو وہ ذکر الٰہی ہونا چاہئے اور ہر آن' صبح و شام' Round the Clock دن رات کرتے رہو' اس لئے کہ اس کی طرف سے رحمت کی بارش برستی رہتی ہے اور اس کے فرشتے بھی مومنوں کے لئے طلب مغفرت کرتے ہی رہتے ہیں تاکہ تمہیں تاریکی سے خواہ وہ عقیدے یا نظریے کی ہو یا عمل کی بچا کر روشنی اور نور کی طرف لے جائے یعنی اُدھر سے کمی نہیں ہوتی تم غافل ہو جاتے ہو۔ یعنی تمہارے قلوب ذکر سے خالی ہو جائیں تو قبولیت کی استعداد کھو بیٹھتے ہیں لہٰذا ہر آن اس کی یاد سے دل آباد رکھو کہ وہ تم پر بہت مہربان ہے اتنا مہربان! کہ نہ صرف دنیا بلکہ حادثہ قیامت اور حضوری بارگاہ کے وقت جب سب لرزاں و ترساں ہوں گے' مومنین کو سلامتی کے تحفے نصیب ہوں گے اور انعامات سے نوازے جا رہے ہوں گے۔ اللہ کریم ہمیں ذکر قلبی اور دوام ذکر کی دولت نصیب فرمائے! آمین

آج کا دن بھی گیا۔ رات کچھ ساتھی پاکستان سے اور بھی آ گئے تھے۔ آج سب عمرے کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ اب باقی کل انشاء اللہ

..........☆☆..........

(جاری ہے)

قسط نمبر 6

سلسلہ وار

تصوف کی حقیقت، شیخ کی ضرورت واہمیت، مقامِ شیخ اور آدابِ شیخ پر آسیہ اسد اعوان صاحبہ کا منفرد تحقیقی مقالہ

''طریق السلوک فی آدابِ الشیوخ''

نوٹ۔ (آسیہ اسد اعوان صاحبہ اب قلم کی دنیا میں ''اُم فاران'' ہو چکیں)

وضاحت

اس مقالہ میں اولین ترجیح موضوع کی وضاحت اور سمجھنے کو دی گئی، عقلی اور نقلی دونوں اعتبار سے اور بغیر کسی جانبداری کے دلائل وبراہین واقوال جمع کئے گئے ہیں۔ اور جہاں میں نے اپنے شیخ اور ان کے شیخ کے فرمودات نقل کئے ہیں وہاں بتدریج ''شیخ المکرم'' اور ''اعلیٰ حضرت'' کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ اعلیٰ حضرت سے میری مراد نسبت اویسیہ کے مجدد شیخ ''حضرت اللہ یار خانؒ (متوفی 1984ء) کی ذات مراد ہے۔ اللہ آپ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور آپ کے درجات مزید بلند فرمائے۔ آپؒ نے نسبت اویسیہ کی خلافت اپنے شاگرد ''حضرت مولانا محمد اکرم اعوان'' کو منتقل فرمائی جو سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے موجودہ شیخ ہیں اور جن کیلئے ''شیخ المکرم'' کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔

طریقت کا انکار شریعت کا انکار ھے

1۔ حضرت ابوالحسن بوسنجہؒ کا قول ہے۔

''آج کے دن تصوف نام کا ہی رہ گیا ہے۔ حقیقتاً کچھ نہیں رہا ایک دن وہ تھا کہ حقیقتاً خالص تصوف موجود تھا اور نام ونمود نہ تھی۔'' یعنی ''صحابہ وسلف صالحین میں تصوف کا نام رائج نہ تھا مگر روح تصوف موجود تھی اور اسکا پرتو ہر کس وناکس میں تھا۔''

2۔ حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ

''حقیقت تصوف کا انکار شریعت کا انکار ہے یہی نہیں بلکہ حضورﷺ کے فضائل حمیدہ اور صحابہ کرامؓ کے اوصاف جمیلہ کا انکار ہے۔ کیونکہ اس کے انکار سے پورا دین ریاکاری بن جاتا ہے۔ دین کی اصل روح اور جان تو احکام الٰہی کی اخلاص ومحبت کے ساتھ پیروی ہی ہے اگر اس کا انکار کر دیا تو پھر دین کہاں رہا''۔

تصوف کے نام پہ بدعات

''اسرار التنزیل'' میں حضرت شیخ المکرمّ فرماتے ہیں۔

''خرافات وبدعات کی جو بنیاد ان باتوں (تصوف کے نام) پر رکھی گئی ہے اور جس قدر لوگوں کے عمل وایمان کو اس کے ذریعے نقصان پہنچایا گیا ہے ان کی تردید واصلاح بہت ضروری ہے۔ لیکن اگر سر میں درد ہو تو اس کا علاج سر کاٹ دینا نہیں ہے۔ اس لئے یہاں بھی اصل علاج تصوف سے برگشتہ ہونا یا سرے سے تردید کرنا نہیں ہے بلکہ صحیح اسلامی اور موروثی کیفیات جو حضور اکرمﷺ سے سینہ بہ سینہ چلی آ رہی ہیں انہیں عام کر دینا اصل طریقہ اصلاح ہے۔ جب بازار میں اصل عام ہو جائے تو نقل خود بخود بند ہو جائے گی ورنہ ان کیفیات کا انکار دلوں سے خلوص لے جائے گا اور بدعات کے باعث نفاق شروع ہو جائے گا جو زیادہ خطرناک اور مہلک مرض ہے۔''

تصوف کیا نھیں۔

اعلیٰ حضرتؒ بہت شدومد کے ساتھ موجود دور میں تصوف کے نام پر رائج بدعات کا رد فرماتے ہیں کہ

"تصوف کے لئے نہ کشف وکرامات شرط ہیں، نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے، نہ تعویز گنڈوں کا نام تصوف ہے، نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دور کرنے کا نام تصوف ہے، نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے، نہ قبروں پر سجدہ کرنے، چادریں چڑھانے اور چراغ جلانیکا نام تصوف ہے، نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے، نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مرید کی پوری اصلاح ہو جائے اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدوں اتباع سنت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف والہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور نہ وجد تواجد اور رقص وسرود کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہے حالانکہ ان میں سے ایک کسی ایک چیز پر تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں"۔

(دلائل السلوک)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے مطابق

"فقر وتصوف نرے وجد وحال اور ذوق وکیف کا نام نہیں بلکہ ظاہر وباطن دونوں کی آراستگی کا نام ہے۔"

(فوائد الفواد)

ایک اہم وضاحت

☆ بدعات کے علاوہ بھی ایک مغالطہ پایا جاتا ہے جیسے عبدالماجد دریابادی فرماتے ہیں کہ

اس وقت یہ عام خیال پھیلا ہوا ہے یا پھیلا دیا گیا ہے کہ تصوف وطریقت دین اسلام سے الگ ایک مستقل نظام مذہبی کا نام ہے یہ مستشرقین کا پھیلایا ہوا خیال ہے جو کہ سراسر غلط ہے۔ اسکی تردید کا ہر مشائخ، ابونسر سراج، شیخ علی ہجویری، امام قشیری، شیخ جیلانی وشیخ سہروردی کی کتب سے ظاہر ہو چکی ہے کہ تصوف اپنی اصلی اور خالص صورت میں اسلام سے الگ ہونا تو کجا اس کی کمال ترین صورت ہے۔ اس میں بیرونی عنصروں (بدعات وخرافات) کی آمیزش تو اس وقت ہوئی جب خود تصوف میں انحطاط شروع ہوا اور دین کے ہر شعبہ اور ہر گوشہ میں بدعات داخل ہو گئی تھیں۔"

(تصوف اسلام)

☆ شیخ سہروردی بھی اس شبے کی تردید فرماتے ہیں کہ

"تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، علم الکلام، علم الفرائض، معانی وبیان، لغت ونحو غرض سارے علوم ظاہر جو فہم شریعت میں کام آتے ہیں اور بظاہر تصوف کی ضد سمجھے جاتے ہیں حقیقتاً وہ سب (بطور) مقدمات ومبادی کے کام دے سکتے ہیں۔

(عوارف والمعارف)

طریقت کی ضرورت

مشائخ کا نقطہ نظر ہے کہ اگر دقت نظر سے کام لیں تو ہر چیز میں دو جز نظر آئیں گے ایک ظاہر اور ایک باطن۔ ظاہر کا علاج شریعت ہے اور باطن کا طریقت ہے علاج ظاہر کی طرح علاج باطن بھی از حد ضروری ہے کیونکہ اگر کسی مریض کو فساد خون کے باعث پھنسی پھوڑے نکل آئے ہوں

تو زخم کے واسطے مرہم پٹی کی جائے گی۔ یہ علاج اگرچہ فائدے سے خالی نہیں ہے۔ لیکن ناکافی ہے فساد خون کے واسطے سہل ومصفیات کا استعمال ضروری ہے تاکہ اندرونی فائدہ ہو اور فاسد رفع ہوتا کہ پھوڑا پھنسی ظاہر ہی نہ ہو۔ بعینہ اگر صرف ظاہر کے علاج پر زور دیا گیا اور مکمل دارومدار صرف شریعت پہ رہا تو باطن کی کدورتیں ظاہر کی اصلاح میں رکاوٹ ثابت ہوں گی۔

☆ صاحب مقامات تصوف اس ضمن میں فرماتے ہیں۔

''اس میں کچھ شک وشبہ نہیں کہ قرآن وسنت کی پابندی سے انسان اعلیٰ مراتب تک پہنچ سکتا ہے اور جس نے جو کچھ پایا انہی کی پابندی سے پایا۔ مگر گفتگو اس میں ہے کہ مقامات عالیہ مثلاً اخلاص، زہد وتقویٰ، ورع، توکل، صبر، رضا اور تسلیم وغیرہ کی حقیقت نہ تو فقط تفسیر وحدیث پڑھ لینے سے حاصل ہوتی ہے اور نہ اوامر ونواہی کی رسمی پابندی سے۔ دور کیوں جاتے ہو، جن علما شریعت نے کسی شیخ کامل کے سامنے زانوئے ادب تہہ نہ کیا اور ذکر ومجاہدہ کی منزلیں طے نہ کیں ان کو مذکورہ بالا مقامات میں امتحان کر کے دیکھ لو کہ آیات وحدیث میں تو بال کی کھال اتار کر کھا دیں گے مگر روحانیت سے انہیں کچھ بھی علاقہ نہ ہوگا۔ غرور، نخوت، عجب، حرص، شہوت اور طلب جاہ میں اسی طرح مبتلا ہوں گے جس طرح دوسرے اہل دنیا ہوتے ہیں۔''

ضرورت تصوف سائنسی نقطہ نظر سے۔

اعتقادی اور سائنسی نقطہ نظر سے اگر دیکھا جائے تو تصوف کی اہمیت مزید اُجاگر ہوتی ہے اس ضمن میں اسلامی اخلاق وتصوف میں ہے۔ کہ

''موجودہ دور سائنس کا دور ہے سائنسدان ایک نظریہ گھڑتے ہیں پھر اس کا رد یا قبول تجربے یا مشاہدے کی بنا پر ہوتا ہے۔ ہماری نوجوان نسل جو تعلیم اسلام سے نابلد ہے تضاد کا شکار ہے وہ ایک طرف اپنے نامکمل عقائد کو دیکھتی ہے تو دوسری طرف سائنس پہ مکمل ایمان رکھتی ہے اس لئے اس کے عقیدے اور عمل میں بُعد ہے اسے یہ تعلیم ہی نہیں دی گئی کہ اسلام سائنس کی نفی تو کجا وہ خود سائنسی اصولوں کو بیان کرتا ہے۔ قرآن کا تمام تر اسلوب سائنسی ہے نیز تصوف وہ شعبہ ہے جو تجربہ ومشاہدہ کی مدد سے ایمان (عقائد) کی توثیق کرتا ہے۔ تصوف ایک ایسی تجربہ گاہ ہے جہاں پر صوفیا روحانی تجربات ومشاہدات کے ذریعے عقائد کو درست کرتے ہیں (بلکہ ان کا درست ثابت ہونا محسوس کرواتے ہیں مثلاً انسان خود اپنے تجربے کے پیش نظر کہہ اٹھتا ہے ''میں جانتا ہوں اللہ واحد لاشریک ہے'' پہلے اس کا عقیدہ یا ایمان تھا کہ ''میں مانتا ہوں اللہ ایک ہے'' (اسی طرح دیگر تمام عقائد بھی ثابت ہونے لگتے ہیں)

یہاں تصوف کی تجربہ گاہ میں تجربات ومشاہدات کا نام ریاضت ومجاہدہ ہے۔ رموز تصوف حقائق کو عریاں کرتے ہیں۔ مراقبہ واستغراق وہاں تک پہنچتا ہے جہاں تک استدلال وتعقل کی رسائی نہیں (کیونکہ عقل کا دائرہ صرف اس جہان فانی تک ہے اور یہ حواس خمسہ کی محتاج ہے اور آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل)

یہاں عقل واستدال کے مقابل الہام ہے، القاء ہے رویائے صادقہ ہیں اور مشاہدات ارضی وسماوی ہیں۔'' مختصراً یہ کہ ایمان کی پختگی کے لئے تصوف کے ذریعے عقائد کی توثیق نہایت ضروری ہے۔''

(جاری ہے)

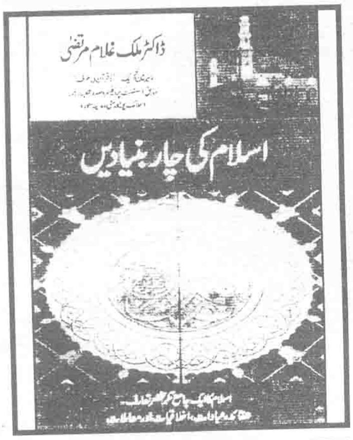

قسط نمبر 7

سلسلہ وار..........

ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عظیم تصنیف

"اسلام کی چار بنیادیں"

سے اقتباس......

درمیانی واسطوں کی ضرورت نہیں

راولپنڈی میں ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ مجھے توبہ کرنی ہے کہاں کہاں جا کر Confession کروں؟ میں نے پوچھا کیوں؟ کہنے لگا کہ پادری کے ہاں تو جانا پڑتا ہے (وہ بے چارہ شاید کسی انگریزی سکول کا پڑھا ہوا تھا) وہاں اپنے سارے گناہوں کا اقرار کرنا پڑتا ہے، پھر جا کے وہ پادری توبہ کی اجازت دیتا ہے، توبہ میں ہمیں شریک کرتا ہے، آپ کہیں تو میں آپ کے سامنے Confession کے لئے آ جاؤں۔ میں نے کہا میرے سامنے توبہ مت کرو صرف اللہ کے سامنے کرو۔

یہی تو فرق ہے کہ حضور ﷺ نے درمیان سے پادری کو ہٹا دیا۔ ورنہ پہلے عبادت کرنا ہوتی تھی تو آپ کو کسی چرچ میں جانا پڑتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا پوری زمین مسجد ہے، جہاں چاہو اس کے حضور جھک جاؤ۔ پہلے اللہ کو منانے کے لئے کسی اللہ والے کا سہارا لینا پڑتا تھا۔ کسی کے سامنے Confession کرنے پڑتے تھے۔ اس کی جیب گرم کرنا پڑتی تھی۔ فرمایا اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے، وہ سن رہا ہے۔

فرمایا: اذ سالک عبادی عنی فانی قریب، اجیبو دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبُوا لی و لیومنُوا بی لعلھُم یرشُدُون

آپ ﷺ سے میرے بندے پوچھتے ہیں کہ اللہ کہاں ہے، اللہ کہ کیسے پکاریں۔ میں تو بہت قریب ہوں مجھے پکارنے والا جب بھی پکارتا ہے، میں اس کو جواب دیتا ہوں۔ پس انہیں چاہئے کہ وہ مجھے پکاریں اور مجھ سے مانگیں اور مجھ پر ہی ایمان رکھیں۔ امید ہے کہ وہ ہدایت پا جائیں گے"۔ (البقرہ ۱۸۶)

اللہ سے ہمارے دو عہد

یہ جو دو بول ہیں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یہ قول و قرار ہیں۔ لا الہ الا اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! ہم عہد کرتے ہیں کہ آئندہ سوائے تیرے کسی کو معبود (محبوب حقیقی) نہیں ٹھہرائیں گے، کسی سے امیدیں نہیں باندھیں گے، کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلائیں گے۔ اور اے اللہ

تیرے تک پہنچنے کا جو راستہ ہے وہ حضور ﷺ کی قیادت میں ہے۔ ہم آپ ﷺ کی اتباع، نقش قدم پر چلتے ہوئے تجھ تک پہنچنے کا راستہ نکالیں گے اور تو نے جو کتاب بھیجی ہے اس کو پڑھیں گے اور جیسے حضور ﷺ نے اس پر عمل کیا اور عمل کروایا ویسے ہی اس پر عمل کریں گے۔ یہ دو باتیں جن کا ہم نے عہد کیا ہے اس عہد پر اگر ہم عمل شروع کر دیں تو ایمان کی منزل شروع ہو جاتی ہے لا الہ الا اللہ لازم کرتا ہے کہ ہم اللہ کے قران کو پڑھنا، سمجھنا، اس پر عمل کرنا شروع کر دیں۔

یہ ایمان باللہ (اللہ کی ذات پر ایمان) انسان کی شخصیت میں ایک جان پیدا کر دیتا ہے۔ علامہ کہتے ہیں۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے

ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

انسان پوری دنیا سے ڈرنے کی بجائے، ایک اللہ کو سجدہ کر لے تو اسے کسی سے نہ ڈرنے کی ضرورت ہے نہ کسی سے مانگنے کی ضرورت ہے۔ انسان کے اندر صرف ایک سجدے سے کہ میں اللہ کا ہوں اور اللہ میرا ہے، ایک انقلاب آ جاتا ہے۔ جس شخص نے حضور ﷺ کی نبوت اور رسالت کا اقرار کر لیا، وہ مسلمان ہو گیا، وہ اہل ایمان میں داخل ہو گیا۔ اسی طرح نبوت پر ایمان بذات خود انتہائی ضروری ہے، اس لئے کہ ہم نے یہ دیکھا کہ تھیلیز سے لے کر رسل تک 2600 سال کی مدت میں فلسفے کی تاریخ میں فلسفیوں اور حکما نے بہت زور لگایا، صرف یہ جاننے کے لئے کہ خیر اور شر کیا ہے؟ مگر پتہ نہیں چلا۔ ادھر آیئے حضور اکرم ﷺ کے چند ارشادات سے پتہ چل جاتا ہے کہ خیر یہ ہے اور شر یہ ہے۔ فرمایا لا یومن احدکم حتی یحب لا خیہ مایحب لنفسہ کوئی شخص اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ دوسرے بھائی کے لئے وہی کچھ نہ چاہئے جو اپنے لئے چاہ رہا ہے۔ یہ خیر کی بنیاد ہے۔ پورے فلسفے کی تاریخ میں آپ کو خیر کی اتنی خوبصورت تعریف Definaition نہیں ملے گی۔ مولانا ظفر علی خاں کہتے ہیں۔

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا

وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

معاشی زندگی میں اسلام کا ایک معجزہ

یہ ہوتی ہے نبوت و رسالت 1400 سال پہلے حضور ﷺ نے فرمایا کہ دلال Middle Man کی اسلام میں اجازت نہیں ہے۔ مڈل مین (دلال) کو عربی میں سمسار کہتے ہیں فرمایا۔ لاسمسار فی الاسلام "اسلام میں مڈل مین نہیں ہوتا"۔ اس پر آپ سوچیں گے کہ مڈل مین سے اسلام کو ایسی کیا تکلیف ہے؟ ایک آدمی جو ادھر سے مال لیتا ہے، اُدھر بیچ دیتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ گندم خریدنی ہے؟ وہ کہتا ہے "ہاں اخریدنی ہے" کوئی کہتا ہے مجھے گندم چاہئے۔ وہ کہتا ہے لے لو۔ وہ درمیان میں اپنا کمیشن لے لیتا ہے، اس میں کیا خرابی ہے؟ لیکن حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسلام میں مڈل مین کی اجازت نہیں ہے۔ اب یہ بات آسانی کے ساتھ سمجھ میں نہیں آتی۔ فرمایا "شہری آدمی دیہاتی آدمی کے لئے مال فروخت نہ کرے"۔

یہ پتہ اس وقت چلا جب میں امریکہ میں تھا۔ امریکہ بہادر کے ہاں بڑے پڑھے لکھے، سیانے لوگ ہیں ان کے ہاں تماشا یہ ہوتا ہے کہ ساری معیشت مڈل مین پر چل رہی ہے۔ یہ فارم ہے، اس فارم میں گندم کاشت ہوئی، اس کے پاس 1000 من گندم رکھی ہوئی ہے۔ اب ایک مڈل مین ہے، اس کے پاس ایک دھیلہ نہیں۔ صرف ایک چھوٹا سا دفتر ہے اور ایک ٹیلی فون۔ یہ ہے اس کی کل کائنات۔ وہ اس فارم والے کو ٹیلی فون کرتا ہے کہ پتہ چلا ہے کہ تمہارے پاس 1000 من گندم پڑی ہوئی ہے، اسے بیچو گے؟ اس نے کہا ہاں! بیچوں گا۔ کیا بھاؤ ہے؟ دس ڈالر فی من۔ ٹھیک ہے۔ سودا ہو گیا، یہ گندم میری ہو گئی۔ کسی اور کو نہیں بیچنی۔ اب یہی مڈل مین ایک تیسرے آدمی سے بات کرتا ہے کہ تمہیں گندم چاہئے تھی۔ ایک ہزار من گندم میرے پاس ہے لو گے؟ کیا بھاؤ ہے 13 ڈالر فی من۔ اس نے کہا ٹھیک ہے، سودا ہو گیا، گندم وہیں پڑی ہوئی ہے۔ تین ڈالر اس نے فی من پر کما لئے۔ تین ہزار ڈالر ہو گئے۔ 13000 ڈالر میں گندم بک گئی، سودا ہو گیا۔ اب وہ کسی اور کو فون کرتا ہے کہ گندم چاہئے تمہیں؟ کیا بھاؤ؟ پندرہ ڈالر میں اس نے بیچ دی، دو ڈالر اس نے جیب میں ڈال لئے۔ وہ آگے اس سے زیادہ سترہ ڈالر میں بیچ دیتا ہے۔ آگے پھر بیس ڈالر میں۔ گندم وہیں پڑی ہوئی ہے۔ یوں ایک مڈل مین پھر دوسرا مڈل مین، پھر تیسرا مڈل مین، آخر کار جب گندم فارم سے اٹھتی ہے تو بیس ڈالر فی من پر اٹھتی ہے اور بازار میں بیس ڈالر فی من بکتی ہے اس لئے کہ چار پانچ مڈل مینوں نے اپنا منافع خواہ مخواہ میں کما لیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص اس وقت تک کوئی مال بیچ نہیں سکتا جب تک کہ پوری طرح اس کا مالک نہ بن جائے۔ مالک بننے کی دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ جو مال تم نے خریدا ہے، اس کی پوری قیمت ادا کر دو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ جو مال خریدا ہے اس مال کو اس کی جگہ سے اٹھا کر اپنی جگہ پر لے جاؤ۔ جب تک یہ دو شرطیں پوری نہیں ہوں گی، اس وقت تک تم مالک نہیں بنے اور تمہیں مال آگے فروخت کرنے کا کوئی حق نہیں۔

اب آپ غور کیجئے۔ وہ پہلے والا مڈل مین جس نے دس ڈالر فی من پر خریدی تھی اگر اس کی قیمت بھی ادا کر دیتا اور اس کو فارم سے اٹھا کر بازار میں لے آتا ہے تو گندم کیا بھاؤ بازار میں بکتی؟ بارہ ڈالر فی من میں اور اب کتنے میں بکی تھی؟ بیس یا پچیس ڈالر فی من۔ خانہ خراب کس کا ہوا؟ عام آدمی (صارف) کا۔

دنیا کا کوئی ماہر اقتصادیات ابھی تک مڈل مین کو بند نہیں کر سکا۔ یہ اس قدر بے وقوف لوگ ہیں۔ لیکن آپ ﷺ کی ذہانت اور اس کی بلاغت کو دیکھیں کہ وہ کہاں تک پہنچے ہیں۔ مڈل مین کو بند کر دیا، ساری مہنگائی ختم ہو گئی۔ وہ گندم جو پچیس بیس ڈالر میں بک رہی تھی وہ بارہ ڈالر میں بازار میں آ گئی۔ اس اعتبار سے رسالت اور نبوت پر ایمان صرف آخرت تک نہیں ہے، بلکہ اس دنیا کو وہ آپ کے لئے جنت بنا دیتا ہے۔

(جاری ہے)

رب کی دھرتی رب کا نظام

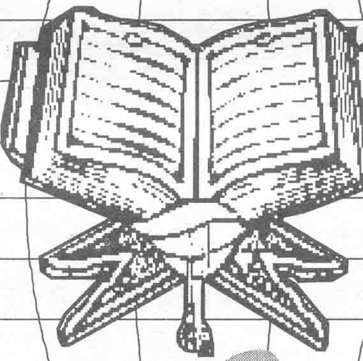

عملی زندگی میں اسلام

منجانب

سید اعزاز علی، فیصل آباد